اہل حل وعقد

مصنف

شیخ عبدالمعید مدنی

www.KitaboSunnat.com

ناشر

معبودی پبلیکیشن

1620، گلی تاجران، سوئی والان دریا گنج، نئی دہلی-۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

اداریہ
عبدالمعید مدنی

اس کتاب کی کتابت کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

نام کتاب	:	اہل حل وعقد
تالیف	:	شیخ عبدالمعید مدنی
کمپوزنگ	:	فرحان گرافکس، جامع مسجد دہلی۔٦
ناشر	:	معبودی پبلیکیشن
سنہ اشاعت	:	2014
قیمت	:	
فون	:	09811462470

ملنے کا پتہ

''الاحسان اکیڈمی'' السعود میڈیکل روڈ، علی گڑھ (یو۔پی)

1620، گلی تاجران، سوئی والان دریا گنج، نئی دہلی-۲ (09811462470)

الہدی پبلیکیشن، 409، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی-٦ (09999029389)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اہل حل وعقد

☆☆☆☆☆☆

اہل حل وعقد کا اسلامی سیاست اصول فقہ، فقہ اور علم کلام کی معروف اصطلاح ہے۔ اہل حل وعقد میں مسلم سماج کے کون کون سے لوگ آتے ہیں؟ ان کی پہچان کیا ہے؟ ان کے اور کون نام ہو سکتے ہیں؟ ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ان کا علمی دینی مقام ومرتبہ کیا ہے؟ ان کے اوصاف اور ذمہ داریاں کیا ہیں؟ سماج میں ان کا کیا رول ہے؟ ان کی پہچان کیسے ہوگی اور اہل حل وعقد میں ان کی شمولیت کیسے ہوگی؟ ان تمام مسائل کو اسلامی شریعت نے طے کر دیا ہے انہیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ اہمیت وضرورت: مسلم سماج معاشرہ یا ملک کوئی بھی ہو، کہیں ہو بھی اور کسی جگہ بھی ہو۔ اہل حل وعقد ہی اس کے رہنما مدبر مصلح مربی اور اس کے مصالح کے حصول اور مفادات کے تحفظ کا ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اگر کسی جگہ مسلمانوں کے اندر اہل حل وعقد نہ ہوں، نہ ان کے وجود کو تسلیم کیا جائے نہ انھیں برقرار رہنے کا جتن کیا جائے تو ایسا سماج معاشرہ اور ملک بانجھ بے وزن سطحی اور ناتواں بن کر رہ جائے گا۔ نظام حیات یہی ہے۔ فطرت حیات بھی یہی ہے۔ اللہ نے اس طرح سماج کو بنایا ہے کہ اس کے اندر عوام اور اہل حل وعقد سبھی پائے جاتے ہیں۔ بالقوۃ ایسا ہوتا ہے کہ اہل حل وعقد سے سماج خالی نہیں ہوتا۔ لیکن اگر دینی انسانی واجتماعی تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے تو بالفعل انکا وجود ان کی صلاحیتوں کا فروغ اور ان سے سماجی وفروعی ضرورتوں کی تکمیل ممکن نہیں ہوتی۔

اگر اہل حل وعقد اپنی اخلاقی علمی اجتہادی ایمانی اور عملی صلاحیتوں کے ساتھ سماج میں بروئے کار نہ ہوں تو ایسے معاشرہ اور ملک کا مقدر انتشار ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت اور شناخت ختم ہونے لگتی ہے۔ ان کی تہذیب کمھلانے لگتی ہے۔ ان کے اندر ہر قسم کی کجی۔ نظریاتی بگاڑ اور کجیاں آسکتی ہیں۔ اہل حل وعقد کا توانا اور کامل گروہ اور ان کی بروکاری سماج کی زندگی کی علامت ہوتی ہے۔ ملک کی ترقی اور عوام کی راحت کا سامان ہوتا ہے۔ یہ گروہ وقت کا نباض حالات سے باخبر ہوتا ہے۔ قومی ضرورتوں کا احساس اور مسائل ومشکلات کی خبر رکھتا ہے۔ اور خود اس کی علمی

اخلاقی اور ایمانی حالت ایسی ہوتی ہے کہ وہ باطل سے لڑتا حق سے دبتا اور اسے پھیلاتا ہے لیکن اگر یہی گروہ بگڑ جائے، مفاد پرست، فساد زدہ، نفاق کا دلدادہ اور مال وزر کا دیوانہ بن جائے تو یہی اہل فتن ومحن بن جاتا ہے۔ تفرق وتشتت کا سب سے بڑا داعی اور تباہی کا سب سے بڑا وسیلہ بن جاتا ہے۔

اس گروہ کی بہت اہمیت ہے اور سب سے زیادہ اس کی ضرورت بھی۔ یہ اللہ کا عطیہ ہوتا ہے اور بگڑے تو شیطان کا نمائندہ بن جاتا ہے اس کی اہمیت اور ضرورت مسلم ہے۔ اگر اس کی اہمیت کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر اعجاب بالرائی کا دروازہ کھل جاتا ہے بوالہوسی کا ہر طرف اندھیرا پھیل جاتا ہے۔ نااہلی کو بڑھاوا ملتا ہے۔ اور سطح حیات پر سطحیت چھاتی ہے۔ ہر اہم کام اور ہر اہم منصب غفلت اور لاپرواہی کے سبب بے وقعت ہو جاتا ہے۔ بے وقعتی ایسی بڑھتی ہے کہ صلاحیت اور باصلاحیت افراد کھلونا بن جاتے ہیں یا میر کارواں گم نامی کی مہیب تاریکی میں کھو جاتے ہیں۔ اور ہر طرف قحط الرجال کا دور دورہ ہوتا ہے اور ہر طرف کارکنوں اور رہنماؤں کی کمی کی شکایت۔

۲۔ کون ہیں اہل حل وعقد: اہل حل وعقد کا مطلب ہے ایسا گروہ جو اپنے علم وفضل فہم وتدبر سے مسلمانوں کے روزمرہ مسائل میں رہنمائی کر سکے۔ ان کی اجتماعیت قائم کر سکے۔ ان کے سیاسی مالی، تنظیمی، تشریعی قضائی اور دینی مسائل کو حل کر سکے۔ اور ہر اچھے برے میں انہیں راہ دکھلا سکے۔ ان کے مفادات کی نگرانی کر سکے اور ان کو مضرتوں سے بچا سکے اور ان کے فلاح وبہبود تعلیم وتربیت کا انتظام کر سکے۔ دعوت وتبلیغ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کر سکے۔

ان کاموں اور شناخت کی روشنی میں اگر اہل حل وعقد کے لئے یہ کہا جائے کہ ان پر اولوالامر علماء اہل اختیار، اہل اجتہاد، اہل شوری، اہل شوکت، اور اہل رائے وتدبیر کا اطلاق ہو سکتا ہے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ ان تمام مصطلحات اور جن پر ان کا اطلاق ہو سکتا ہے یا جو اس کے مستحق قرار پاتے ہیں ان سب پر اہل حل وعقد کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور جس طرح مذکورہ مصطلحات کی شرعیت طے ہوتی ہے۔ اہل حل وعقد کی اپنی شناخت اور ذمہ داریوں کے سبب شرعی حیثیت طے ہو جاتی ہے۔ یہ ساری اصطلاحیں اور اہل حل وعقد ہم معنی قرار پاتے ہیں۔

پہلے مذکورہ مصطلحات کی حیثیت اور ان کے ضمن میں آنے والے لوگوں کے متعلق گفتگو ہو جائے اولوالامر کے متعلق ارشاد باری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولی الامر منکم (النساء:٥٩)

آیت میں اولوالامر سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں کئی اقوال ہیں اوران سب کا ماحصل یہی ہے کہ اس سے مراد علماء امراء اور زعماء ہیں۔ ابن کثیر اقوال علماء تو اولی الأ مر میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: والظاهر ان الآية عام في جميع أولي الأمر من الامراء والعلماء (۲/۲۴۵) امام ابن تیمیہ علماء امراء، زعماء اور گروہ کو اہل حل وعقد میں شمار کرتے ہیں جو ملت کی قیادت کرسکے۔ علماء کے متعلق نصوص موجود ہیں۔ علماء سے مراد شریعت کے علماء ہیں۔ رب کریم کا ارشاد ہے۔

انما يخشى الله من عباده العلماء (فاطر:۲۸) اللہ کے بندوں میں علماء ہی اصلا اللہ سے ڈرتے ہیں۔

انہیں اولوالعلم بھی کہا گیا ہے۔ اولوالعلم قائما بالقسط (آل عمران:۱۸) احادیث میں علماء کا ذکر بکثرت آیا ہے۔

اہل اختیار ان کی تعریف (الموسوعۃ الفقہیہ ۷/۱۱۵) میں اس طرح ہے۔ وهم الذين يوكل اليهم اختيار الامام ومبايعته وهم اهل الحل والعقد: یہ وہ لوگ ہیں جن کو امام کو چننے اور ان کی بیعت منعقد کرانے کا اختیار سونپا جائے۔ یہی اہل حل وعقد ہیں۔

اہل الاجتہاد: علماء کی تحریریں اس سلسلے میں یہ بتلاتی ہیں کہ اہل اجتہاد وہ لوگ ہیں جو شریعت اسلامیہ میں اجتہاد کے درجے پر فائز ہوں۔ اور عظیم کارنامے سرانجام دینے کے اہل ہوں۔ جیسے امامت کبری کا قیام، قضا فتوی وغیرہ (الجامع لعلوم القرآن ۱/۲۸۵)

اہل شوری قرآنی اصطلاح ہے ارشاد ربانی ہے، وشاورهم في الامر (آل عمران:۱۵۹) وامرهم شورى بينهم (الشوری:۳۸)

اہل الشوکہ کی اصطلاح علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ۱/۵۵۰ میں استعمال کی ہے یعنی وہ لوگ جو صاحب اختیار و منصب ہوں اور ان کے پاس طاقت اور سطوت ہو۔ اہل الرای والتدبیر کی اصطلاح ابن عابدین کے استعمال کی ہے۔ یہ اصطلاح آج دانشور کے معنی میں ہے۔

یہ تو ہوئیں وہ مصطلحات جن کا ذکر یا تو نصوص شریعت میں ہے یا جن کا استعمال علماء اور

اصولیوں نے کیا ہے امام نووی، امام ابن تیمیہ ابن کثیر نیز دیگر علماء نے اصطلاح اہل حل وعقد اور مذکورہ مصطلحات میں توافق اور ہم آہنگی کی طرف اشارہ کیا ہے امام المسلمین اور عوام المسلمین کے درمیان بہرحال ایک گروہ کے وجود کا تیقن نصوص قرآن وسنت میں ملتا ہے۔ یہ گروہ ملت کا جوہر خلاصہ اور سرمایہ ہوتا ہے۔ انہیں اہل شوری کہیے اولوالعلم کہتے۔ اولوالامر یا اصحاب اجتہاد کہیے یا علماء و اہل اختیار و شوکت کہیے یا اہل حل وعقد کہیے طائفہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کہیے۔

ایسے گروہ کی ذمہ داریاں عظیم ہیں انہیں علم بصیرت مرجعیت اور فکر وفہم حاصل ہوتا ہے اور یہ اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر معاشرے میں سب سے زیادہ ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ باز پرس بھی انہیں سے ہونے والی ہے۔

۳۔اصل حل وعقد کی شرعی اہمیت: اہل حل وعقد متنوع صلاحیت اور متعدد الجہات اختصاصات کے مالک ہوتے ہیں اگر وہ اہل علم ہیں تو حکم ہے۔

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون اگر تم علم نہیں رکھتے تو اہل الذکر (علماء) سے پوچھو۔

اگر داعی ہیں تو ان کا رتبہ یہ ہے فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون (توبہ:۱۲۲)

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون (آل عمران:۱۰۴)

ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

ولتكن منكم الله اسى امة للقيام بأمرالله في الدعوة الى الخير والأمر بالمعروف، والنهى عن المنكر والمقصود من هذه الآية ان تكون فرقة من الأمة متصدية لهذا الشان وان كان واجبا على فردمن الأمة بحسبه (ابن کثیر ۲/۹۱) اور صحیح مسلم میں ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال رسول الله ﷺ من راى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان وفي رواية وليس وراء ذلك من الايمان حبة خردل (حديث نمر۴۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترمذی میں حضرت حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے رسول گرامی ﷺ نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر اوليوشكن الله ان يبعث عليكم عقابا من عنده، ثم لتدعنه فلا يستجيب لكم (ترمذی: ۲۱۶۹)

اور اگر اہل مشورت ہوں تو ان کے دین ایمان پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ اگر ان کی بصیرت، ان کی مہارت واختصاص معروف ہو۔ مسلمانوں اور انسانیت کے لئے ان کی خیرخواہی بین ہو ان کے ورع وتقوی کا حال عیاں ہو ان کی دین وملت کے لئے تڑپ ظاہر تو ان سے مشورہ کرنے کا حکم ہے۔

وشاورهم فی الامر (آل عمران:۱۵۹)

وامرهم شوری بینهم (الشوری:۳۸)

مشورت محض دنیاوی امور میں ہوسکتا ہے مثلا زراعت تجارت وسائل اختصاص وسائل صحت، وسائل تعلیم وترقی وغیرہ وغیرہ اور مشورت تنفیذ دین کے لئے ہوسکتی ہے۔ سماجی سیاسی اقتصادی وغیرہ وغیرہ۔

اور اگر معاملات امت ومسائل حیات میں جائز اختیار حاصل ہے تو اس صورت میں اہل حل وعقد اولوا الامر کی شکل میں ظاہر ہوسکتے ہیں۔ ارشاد ہے:

اذا جاء هم أمر من الأمن اوالخوف اذاعوا به ولو ردوه إلى الرسول وإلى اولى الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم، ولولا فضل الله عليكم ورحمته لاتبعتم الشيطان إلا قليلا (النساء:۸۳)

اس طرح کسی بھی کی حیثیت ایسی بن گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کی زندگی کی تنظیم کرسکتا ہے اسے ایسی بصیرت ملی ہوتی ہے اور اپنی ذاتی سماجی وجاہت کے سبب اور اپنے علم وفضل اور شرف کے ذریعہ مسلمانوں کی تنظیم حیات، مفاد ملت اور تحفظ ملت کے لئے مفید ہوسکتا ہے تو وہ بھی اولوا الامر اہل حل وعقد میں داخل ہے اور اس کے اوپر واجب ہے کہ فرد وملت اور مؤمنین کا خیرخواہ بن کر رہے رسول گرامی کا ارشاد ہے۔

الدین النصیحة قیل لمن یا رسول الله قال لله ولکتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم (مسلم حدیث:۹۵)

یہ اور دیگر نصوص دینیہ سے اہل حل وعقد کی شرعی حیثیت طے ہوجاتی ہے اور یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ اہل حل وعقد میں مختلف قطاعات زندگی کے مختلف اختصاصات کے لوگ ہوتے ہیں اور ان کے اندر کچھ مشترکہ صفات بھی ہوتے ہیں۔ اور ان مشترکہ صفات اور مختلف اختصاصات کو ایک رخ دینا اور ان کو فلاح وصلاح کے لئے بروئے کار لانا اور امت کے مفادات کا تحفظ کرنا اور مضرات سے بچانا اور ہمیشہ ان تدابیر میں لگے رہنا۔ ان کے فرائض وواجبات میں داخل ہے۔

ان نصوص کی روشنی میں اس گروہ اہل حل وعقد کی حیثیت ذمہ داریاں، شناخت وضاحت سبھی مسائل طے ہوجاتے ہیں۔ ان کی خاص علمی اخلاقی اور عملی صلاحیت ہوتی ہے، ان کو مختلف اختصاصات حاصل ہوتے ہیں۔ اور ان سب کو دین وملت کے فروغ کے لئے کام کرنا ہوتا ہے اور سب کے درمیان ہم آہنگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اپنے کام میں لوگوں کے لئے بسا اوقات مطاع ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذاتی حیثیت کے سوالی حیثیت میں اپنی معتبریت کے مطابق لوگوں کے لئے راہنما ہوں گے۔ اور لوگوں کو ان کی بات سننی ہوگی۔

بصیرت اجتہادی قوت اور قیادی صفت کے اعتبار سے آج کے دور میں سیاست کار صحافی، صنعت کار، ماہر اقتصادیات، ماہر تعلیم، شوشل ورکر، علماء مفتیان کرام دعاۃ قلمکار، ادباء ٹیکنوکریٹ، بیوروکریٹ، انجینیئر، ڈاکٹر، حفظان صحت کے ماہرین، ماہرین قانون، وسائل انسانی کو ترقی دینے والے۔ سماجیات اور فضائیات کے ماہرین وغیرہ وغیرہ اہل حل وعقد کے ضمن میں آسکتے ہیں۔ اور سب کے درمیان قدر مشترک میں بھی ضروری ہے اور قدر مشترک اخلاقی وایمانی صفات کا میسر ہونا لازمی ہے۔ اگر یہ قدر مشترک اور مشترک ہدف دین وملت کا فروغ موجود نہیں تو سارے اختصاصات تجربے اور بصیرتیں بکھراؤ کا شکار ہوں گی ملت کے لئے مفید نہیں ہوسکتی ہیں۔ ان کے درمیان ایک اہم قدر مشترک اجتماعی عمل ہے۔ اجتماعی عمل کا بدل انفرادی عمل کبھی نہیں ہوسکتا خواہ کتنا ہی وہ عظیم ہوجائے نیز انفرادی عمل میں اگر انہماک اور بھرپور دلچسپی ہے اور اس کے سبب انفرادی عمل کو زبردست طاقت مل سکتی ہے تو اسی توجہ انہماک شوق اور صلاحیت سے اگر اجتماعی عمل ہو تو اسے پیر پرواز لگ سکتا ہے۔ اور اہل حل وعقد میں ذمہ داریاں بھی چھوٹی اور بڑی ہوسکتی ہیں۔ اور مہارتوں اختصاصات اور شخصی قیادی حیثیت سے ہر ایک کا رول جدا ہوسکتا ہے۔

☆☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) اہل حل وعقد

(صفات)

۴۔اہل حل وعقد کی صفات

اہل حل وعقد کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے یہ بذات خود طے ہوجاتا ہے کہ ان کے اندر عظیم صفات کا ہونا ضروری ہے۔تاکہ ان کی بنیاد پر وہ دین وملت کا کام اخلاص انہماک اور جانفشانی سے کرسکیں۔ان میں سے کئی صفات مشترکہ ہیں۔اور بہت سے جدا جدا۔

۵۔مشترک صفات:

مشترک صفات ایسے ہیں جن میں تمام اہل حل وعقد یکساں ہیں۔اور ان کا تمام افراد حل وعقد میں پایا جانا ضروری ہے جس کے اندر یہ صفات جس قدر کم وبیش پائے جائیں گے اس کے مطابق وہ زیادہ یا کم مفید ہوگا۔یہ صفات کئی ایک ہیں۔

۱۔شعور وحدت: وحدت امت کا شعور ایسا گہرا ہونا چاہیے کہ یہ احساس اس کے ذہن ودماغ کو ایسا بنادے کہ وہ سمجھے اور محسوس کرے کہ امت کا درد بھی مشترک ہے خوشی بھی مشترک، بیماری بھی ایک ہے علاج بھی ایک ہے۔آغاز بھی ایک ہے انجام بھی ایک۔ترقی بھی ایک، تنزلی بھی ایک۔من حیث المجموع ہمارے سارے نشاطات وسرگرمیاں، اور ہماری خوبیاں اور کمزوریاں اس دنیا میں یکساں نتائج لائیں گی۔

شعور وحدت میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ایک وحدت امت کے متعلق اسلامی تعلیمات کی معرفت اور زندگی میں اس کی اثر آفرینی، دوسرے وحدت کو توڑنے والے سارے موجود اسباب جیسے رنگ ونسل علاقہ ووطن فرقہ ومسلک افکار ونظریات۔

ان دونوں نقطوں پر شعور وحدت کی پختگی ہر فرد کے اندر ضروری ہے جس قدرے پختگی موجود رہے گی اس کے بقدر امت کا یہ ذمہ دار فرد کامیابی کے ساتھ فروغ دین وملت کا کام کرسکے گا۔شعور وحدت کی پختگی کے لئے فرد مسئول کو اسلام کی تعلیمات مناصحت، عدالت، امانت، مسئولیت، مساوات، مواخات، مواسات، رحمت، کو گہرائی سے سمجھنا ہوگا۔اور اسی کے مطابق ذہن ودماغ کو بنانا اور ان سے متصادم افکار وخیالات کو باطل جاننا ہوگا۔اس کے سوا ایک دین ایک کلمہ

ایک امت ایک قبلہ ایک رسول ایک کتاب کا صحیح اذعان منفعت امت اور مضرت امت کی یکسانیت کا صحیح فہم۔تیز اسلامی تعلیمات کو من وعن تسلیم کرنا اور تمام مسلمانوں اور انسانوں کے لئے نجات اُخروی اور فلاح دنیوی کا واحد ذریعہ جاننا۔اگر شعور وحدت کی جڑ میں یہ اذعان ومعرفت موجود نہیں، اور دنیا کے افکار ونظریات مناہج اور فلسفے دین کی جگہ لے لیں تو شعور وحدت اور ملت کے لئے مساعی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

شعور وحدت پر کسی تدلیل کی ضرورت نہیں وحدت مسلمانوں کی ہر اجتماعی وانفرادی سرگرمی میں موجود ہے اس کا شعور پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔اگر یہ شعور پیدا نہ ہوسکے تو پھر تمام قابلیتوں کے باوجود ایک مسلمان ریزہ کاہی اور ریزہ فکری کا شکار بن کر رہ جائے گا۔ذاتی مفادات میں ڈوبا ہوگا یا پھر علاقائی مسلکی حد بندیوں میں عمر رواں ختم ہوجائے گی۔

بحیثیت امت مسلمانوں کے اندر شعور وحدت اور اس کے مطابق سوچ بچار نشاطات وتصرفات اور فیصلے ضروری ہیں۔قومیں اور ملتیں پارہ پارہ اس وقت ہوتی ہیں جب انسان کے ہاتھ سے سررشتہ وحدت چھوٹ جاتا ہے۔اور لوگ ذاتی مفادات کا یا علاقے ذات برادری اور مسلکی پہچان کی الگ الگ اکائیوں میں بٹ جاتے ہیں اور ہر ایک کے اپنے فوائد پہچان افکار وخیالات اور نشاطات کی حد بندیاں ہوتی ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان ذاتیات یا اکائیوں کے درمیان ٹکراؤ کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ٹکراؤ کی یہ صورتیں نہایت تباہ کن ہوتی ہیں۔

سیکولر اسٹیٹ میں جو منہج حیات طے ہوتی ہے۔اس میں امت اسلامیہ کی وحدت بالکل پارہ پارہ ہوجاتی ہے اور وحدت ملت کے مظاہر چند صورتوں میں نظر آتے ہیں اور وہ بھی کھوکھلے اس میں ہر شخص آزاد ہوتا ہے کہ چاہے جس فکر کا حامل بنے پوزیشن یا اپوزیشن کے ساتھ رہے۔جیسی چاہے تنظیم یا پارٹی بنائے جس سے چاہے مفادات وابستہ کرے ہر ایک کے اپنے مفادات ہر ایک کا اپنا اتجاہ وحدت امت کی شکل کسی سطح پر بن ہی نہیں سکتی۔لیکن اگر اسلامی شعور وحدت سماج کے اندر موجود ہے اور خصائص امت، منصب امت کو انسان سمجھتا جانتا ہے۔تو وحدت کی شکل ایسے ماحول میں بھی قائم رہے گی۔واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولاتفرقوا کا ماحول ہر دور کے لئے طے۔

۲۔شعور مسئوولیت: اہل حل وعقد کی مشترکہ صفات میں دوسری صفت شعور مسئولیت ہے۔اسلام میں ہر فرد ذمہ دار ہے کوئی مسئولیت اور ذمہ داری کے بغیر نہیں ہے۔اسلام کا یہ عام اصول ہے کہ ہر مسلم ذمہ دار بنایا گیا ہے رسول پاک نے فرمایا:

كلكم راع، وكلكم مسئول عن رعيته، الامام راع ومسئول عن رعيته،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والرجل راع فی أهله، ومسؤول عن رعيته، والمرأة راعية فی بيتها، ومسئولة عن رعيتها، والخادم راع فی مال سيده، ومسئوول عن رعيته وكلكم راع ، ومسؤول عن رعيته (مسلم ۱۸۲۹ بخاری ۸۹۳)

تم سب ذمہ دار ہو، اور تم سب اپنی ذمہ داری کے متعلق جواب دہ ہو۔ امام ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق جواب دہ ہے آدمی اپنے اہل وعیال گھر میں ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق جواب ہے۔ عورت اپنے گھر میں ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق جواب دہ ہے۔ اور نوکر اپنے مالک کے مال کا نگراں ہے۔ اور اپنی نگرانی کے متعلق جوابدہ ہے۔ اس طرح تم سب ذمہ دار ہو اور اپنی ذمہ داری کے متعلق جواب دہ ہو۔

یہ حدیث ذمہ داری وجوابدہی کا ایک مفصل خاکہ ہے۔ ہر فرد ذمہ دار، ہر فرد جوابدہ ہے، بغیر جوابدہی اور مسؤولیت انسان کسی مصرف کا نہیں۔ ذمہ داری حقوق کی، واجبات کی، ذمہ داری فرد کے متعلق، سماج کے متعلق، مالی ذمہ داری، گھریلو ذمہ داری، ملکی ووطنی ذمہ داری۔

۳۔ خیر خواہی: مسلمانوں اور انسانوں کی خیر خواہی کے لئے تمام کام کرنا ضروری ہے۔ اگر اس خیر خواہی کا وجود نہ ہو تو مسلمان دوسروں کے لئے کچھ نہیں کرسکتا۔ اس سے اخوت اسلامی کا پتہ چلتا ہے۔ اور اخوت اسلامی پروان چڑھتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

انما المؤمنون إخوة (الحجرات: ۱۰) یقیناً مسلمان بھائی ہیں۔

اور سول پاک ﷺ نے فرمایا تمیم داری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

الدين النصيحة قلنا لمن قال لله ولكتابه ولرسوله، ولأئمة المسلمين وعامتهم

دین خیر خواہی ہے ہم نے کہا: کس کے لئے فرمایا: اللہ کے لئے اس کی کتاب کے لئے اس کے رسول کے لئے مسلمانوں کے پیشواؤں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔ (مسلم ۵۵)

خیر خواہی صرف اس کا نام نہیں ہے کہ دل میں خواہش ہے ہمدردی کا۔ بلکہ خیر خواہی میں داخل ہے اصولوں پر عمل ہمدردی محبت وفاداری اذعان ویقین اور دوسروں کے لئے فلاح وبہبود کا کام کرنا اور حق کے لئے اطاعت کیشی۔ ان تمام کے مجموعے کا نام خیر خواہی ہے اگر یہ سب پورے ہوجائیں تو سارے کام انجام پاجائیں۔

۴۔ امداد باہمی: امداد باہمی اسلام کا ایک اہم اصول ہے۔ باہم مسلمانوں کے اندر تعاون ومعاونت اسلام کی پہچان ہے ارشاد باری تعالی ہے:

وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان واتقوا الله ان الله شديد العقاب (المائدہ:۳)

نیکی اور تقوی میں باہم تعاون کرو، گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

آیت سے واضح ہے کہ تعاون کسی اچھائی میں ہونی چاہیے۔ برائی میں نہیں۔ اسلام کا سنہرا اصول ہے کہ نیکی اور تقوی میں تعاون ضروری ہے اور برائی اور زیادتی میں تعاون سے گریز لازمی ہے۔

تعاون قولی وفعلی دونوں طرح ہوتا ہے۔ مگر فکر وفہم حسن تدبیر عقل وبصیرت حکمت ودانائی کا تعاون، صلاح وفلاح راہ ترقی ونجات دکھلانے کا تعاون افکار ونظریات کی دنیا میں صحیح فکر وصحیح نظریے کی رہنمائی۔ خیر کے تعاون کی شکلیں اور شر سے بچانے کی شکلیں تعاون میں داخل ہیں۔

تعاون قائدانہ شکل میں ہو یا مقتدیانہ شکل میں ہو، امت کا تعاون ہو یا فرد کا۔ سب اس میں داخل ہیں، حکم الہی کے مطابق اس تعاون کے ذمہ دار اہل حل وعقد اور معاشرے کے سمجھ دار لوگ سب سے پہلے ہیں۔ فرد وسماج کے سدھار اور بگاڑ میں ان کا رول سب سے زیادہ ہے۔

اس کلیے کی تشریح سورہ عصر سے اور زیادہ تاکید سے ہوتی ہے ارشاد ربانی ہے۔

والعصر ان الانسان لفی خسر إلا الذين آمنوا، وعملوا الصالحات، وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (العصر:۱۔۲)

قسم ہے زمانے کی۔ بے شک انسان گھاٹے میں ہے البتہ وہ لوگ نہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کیا۔ اور باہم حق کی تلقین کی اور باہم صبر کی تلقین کی۔

مسلم سماج کے اندر باہمی تعاون کا یہ سب سے سنہرا باب ہے کہ حق پر قائم رہنے اور مشکلات کار میں صبر کرنے کے لئے ایک دوسرے کو سمجھاتے بجھاتے رہیں ایک دوسرے کا سہارا بنیں اعتماد وتعاون واخوت ومحبت کا ماحول قائم رہے فکر آخرت اور فلاح دنیا کی تاکید وتلقین ہوتی رہے۔ اس طرح کی اپنائیت اور امداد باہمی سے دلوں کو سہارا ملتا ہے، باہمی رشتہ اخوت واسلامیت مضبوطی سے قائم رہتا ہے اور امت راہ راست پر قائم رہتی ہے خود غرضی اور مفاد پرستی سے دوری بن رہتی ہے اور امت کی انسانی، ذہنی اخلاقی کارکردگی کی صلاحیتیں بڑھتی ہیں۔ اور فلاح وبہبود کے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ اور معاشرے میں اپنائیت کی روح بیدار رہتی ہے اور مسرت کا ماحول قائم رہتا ہے۔ اور جو شخص معاونت کی راہ کھولتا ہے، یا معاونت کی راہ پر چلتا رہتا ہے وہ اپنے لئے ثواب کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خزانے بھی دریافت کر لیتا ہے رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے۔

من جهز غازيا فى سبيل الله فقد غزا ومن خلف غازيا فى اهله بخير فقه غزا (بخاری ۲۱۵۹ مسلم ۱۸۹۵)

اللہ کی راہ میں کسی غازی کے لئے جو زاد راہ مہیا کرتا ہے وہ بھی غازی ہے اور جو کسی غازی کے پس غیب اس کے اہل وعیال کی بحسن وخوبی نگہداشت کرے وہ بھی غازی ہے۔

باہمی تعاون سے خیر کثیر میں مسلمان کا اشتراک اور استحقاق بن جاتا ہے۔ یہ راہ اسلام نے کھولی ہے تاکہ مسلم معاشرہ خود کفالتی کی راہ پر لگ جائے اور اس کی توانائی مضبوط ہو جائے زندگی گذارنے کا سلیقہ سیکھ لے۔ امام کائنات ﷺ نے قبیلہ ہذیل کی شاخ بنی لحیان کو پیغام بھیجا کہ قبیلے کے ہر دو میں ایک جہاد کے لئے نکلے اور دونوں کے درمیان اجر تقسیم ہوگا حالات کی نزاکت ایک فرد جہاد کے لئے مورچے پر چلا جائے اور دوسرا گھریلو مورچہ سنبھالے۔ یہ ہے مسلم سماج کو خود کفالتی کام کرنے اور ایک کو دوسرے کے لئے سہارا بننے کی تعلیم۔ ارشاد ہوا۔

ليبعث من كل رجلين أحدهما، والاجر بينهما (مسلم:۱۳۳۶)

ہر دو فرد میں سے ایک چل نکلے اور اجر دونوں کے درمیان ہوگا۔

باہمی تعاون کا اعلی معیار رسول گرامی ﷺ کا فرمان حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا، وشبك بين أصابعه (مسلم:۲۵۸۵)

ایک مومن دوسرے مومن کے لئے مثل دیوار ہے کہ ایک دوسرے کو مضبوط بناتی ہے پھر آپ نے اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیک کی۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول گرامی ﷺ نے فرمایا:

ترى المؤمنين فى توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد الواحد اذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى (بخاری:۶۰۱۱ مسلم ۲۶۰۵)

تم مسلمانوں کو ان کی باہمی محبت ہمدردی اور جذبہ خیر میں اس طرح پاؤ گے جیسے ایک جسم کہ جب اس کے کسی عضو میں درد اٹھتا ہے پورا جسم اس کے سبب بے خوابی اور حدت میں مبتلا ہوتا ہے اس کے سوا عام تعلیمات یتیم بیوہ کمزوروں بچوں غریبوں محتاجوں سے متعلق ہمدردی کا ہے ان کا تقاضا ہے کہ ذمہ دار اور اصحاب بصیرت واہل حل وعقد کے اندر ان کا احساس ہو اور باہمی تعاون

خیر خواہی کے جذبے سے سرشار رہیں۔

۵۔جذبہ اصلاح وافادہ:

اصلاح اور افادہ کا جذبہ، تعمیر فرد وملت کا جذبہ کسی بھی قیادی اکائی کے لئے سخت ضروری ہے۔ اگر کسی کے اندر یہ جذبہ موجود نہ ہو تو آدمی سماجی رفاہی اور قیادی کام نہیں کر سکتا۔ ارشاد باری ہے۔

لا خير فى كثير من نجواهم إلا من أمر بصدقة أومعروف اواصلاح بين الناس (النساء:۱۱۴)

لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہے البتہ اس شخص کی اس سرگوشی میں خیر ہے) جس نے صدقہ یا بھلائی کا حکم دیا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا معاملہ فرمایا۔

حکم ربانی ہے۔

فاتقوا الله وأصلحوا ذات بينكم (الانفال:۱)

اللہ سے ڈرو اور باہم صلح وصفائی رکھو۔

مسلمان بھائی اور اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کی کوشش کرو (الحجرات:۱۰) اور اس جذبے کی بہترین عکاسی حدیث پاک میں ہوتی ہے۔ ارشاد ہے۔

كل سلامى من الناس عليه صدقه كل يوم تطلع فيه الشمس ، تعدل بين الاثنين صدقه، وتعين الرجل فى دابته فتحمله عليها، أو ترفع له عليها متاعه صدقة، والكلمه الطيبة صدقة، وبكل خطوة تمشيهاالى الصلاة صدقة، وتميط الأذى عن الطريق صدقة (بخارى، ۲۸۹۱ مسلم ۲۰۰۹)

انسان کے ہر پور کو ہر روز جس میں سورج طلوع ہوتا صدقے کا ثواب ملتا ہے۔ آپ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کریں صدقہ ہے۔ آپ کسی شخص کی مدد کریں اور اسے اس کی سواری پر سوار کر دیں صدقہ ہے، آپ اس کا سامان اس کی سواری پر لادیں صدقہ ہے۔ اچھی بات صدقہ ہے۔ ہر قدم جو نماز کے لئے اٹھے صدقہ ہے۔ راستے تکلیف دہ شے ہٹادیں صدقہ ہے۔

رسول پاک نے اپنے امتیوں کو اور اپنی امت کے اہل حل وعقد کو انھیں عظائم الامور کی تلقین کی۔ مسلمانوں کے درمیان فساد کے بجائے اصلاح کے کام کریں۔ خود پرستی اور مفاد پرستی کے بجائے ایثار وقربانی کی راہ اپنائیں افادیت کی ایک اور تصویر ملاحظہ کے قابل ہے رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يوم القيامة، ومن يسر على معسر يسر الله عليه فى الدنيا والآخرة، ومن ستر مسلما ستره الله فى الدنيا والآخرة، والله فى عون العبد ما كان العبد فى عون أخيه. (مسلم ٢٦٩٩)

جس شخص نے دنیاوی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی کو کسی مسلمان سے دور کر دیا اللہ تعالی قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی کسی پریشانی کو دور کر دے گا اور اگر کسی نے تنگ دست کی مشکل آسان کر دی۔ دنیا و آخرت میں اللہ تعالی اس کی مشکل کو آسان فرمائے گا۔ اور اگر کسی نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی دنیا و آخرت میں اللہ تعالی اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔

کسی بھی مسلمان اور خاص کر طائفہ حل وعقد کے لئے اس سے زیادہ جذبہ اصلاح وافادیت کہاں سے مل سکتی ہے۔

٦۔ خیر وشر کی جانکاری: کسی بھی قائد مصلح اور سماجی ودینی ورکر کے لئے یہ جاننا اور اس کا اذعان رکھنا بہت ضروری ہے کہ خیر وشر کیا ہے۔ اگر یہ پہچان اور حق وباطل کے درمیان امتیاز قائم نہیں رکھ سکتا تو اسے قیادت یا اصحاب شوری وطائفہ حل وعقد میں شمار ہونے کا حق نہیں ارشاد ربانی ہے۔

ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير، ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر (آل عمران:١٠٤)

تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو خیر کا داعی ہو، بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور جو حکم ہوا ہے اسے علی الاعلان کہو۔ (الحجر:٩٤) رب کی طرف سے آئے ہوئے حق کو بیان آ گیا ہے جو چاہے ایمان دار جو چاہے کافر رہے۔ (الکہف:٢٩) مومن مرد اور مومنہ عورتیں باہم ایک دوسرے کے لئے سچے دوست ہیں ان کا کام ہے بھلائی کا حکم دینا برائی سے روکنا (التوبہ:٧١) اور ضروری ہے کہ خیر وشر کی پہچان پائیدار ہو اور ہر حال میں ہو رسول پاک ﷺ نے بیان فرمایا:

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان (مسلم ٤٩)

تم میں سے جس کو غلط کام نظر آئے اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اسے اس کی استطاعت نہیں ہے تو زبان سے کہے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل سے برا جانے۔

معرفت خیر وشر کی گہری جانکاری ہونی چاہیے اور اس کے مطابق عمل یا ردعمل کا سلسلہ قائم ہونا

چاہیے ٹھنڈی جانکاری نہیں عمل اور پر جوش جانکاری۔

٧۔ بصیرت: اسی طرح بصیرت بھی قیادی گروہ کے لئے ضروری ہے۔ بصیرت سے انسان کو ہمیشہ روشنی ملتی ہے کہ اس کو کیا کرنا چاہیے اس سے وہ تجزیہ تحلیل کا طریقہ جانتا ہے۔ اور صحیح نتیجے تک پہنچ سکتا ہے اشیاء کے اسباب وعلل کو جان سکتا ہے۔ بصیرت اور فقاہت سمجھ بوجھ میں انسان کی قابلیت کا راز چھپا ہوا ہوتا ہے رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين (بخارى ٧١ مسلم ١٠٣٨)

اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا کر دیتا ہے۔ اور دوسری حدیث میں ہے یہ بات باعث رشک ہے کہ کسی کو حکمت مل جائے وہ اس سے گتھیوں کو سلجھا سکے اور لوگوں کی تعلیم وتربیت کر سکے۔ (بخاری ٧٣)

تفقہ، بصیرت حکمت یہ سارے نام آتے ہیں جو قیادت اور سیادت کا سرنامہ بنتے ہیں۔

٨۔ امانت: اہل حل وعقد کے لئے امانت داری لازمی شرط ہے امانت داری ملت کے ساتھ وفاداری کی شکل میں ملت کا دشمنان ملت یا بدخواہان کے ساتھ ذاتی مفاد کے لئے سودا نہ ہو، مالی امانتوں میں خیانت نہ ہو، ذمہ داریوں کے لینے دینے میں بددیانتی نہ ہو، مفادات ملت کے ساتھ سودا نہ ہو، یہ سب امانت میں داخل ہیں اوران سب کو پورا کرنا ضروری ہے۔ ملت کے اداروں، اوقاف مساجد پر ناجائز قبضہ نہ ہو، اور انہیں باپ کی جاگیر نہ سمجھ لیا جائے۔ رب کریم کا ارشاد ہے۔

ان الله يامركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها (النسا:٥٨)

اللہ تعالی تمہیں حکم فرما رہا ہے کہ امانتیں ان کے حقداروں کو دیدو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول گرامی نے فرمایا:

آية المنافق ثلاث اذا حدث كذب، واذا وعد أخلف، وإذا أوتمن خان (بخارى ٣٣ مسلم ٥٩)

منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو الٹ جائے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے امانت دل کی جڑوں میں اتر جاتی اور شاخیں انسان کے ہر عمل پر سایہ فگن ہوتی ہیں اور جب وہ نہ رہے تو انسان صحرا بن جاتا ہے موت کا سامان یا کلفتوں اور الجھنوں کی وجہ عظیم۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(۳) اہل حل وعقد

اہل حل وعقد کی صفات

۹۔عقل وبلوغ

اہل حل وعقد کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عاقل وبالغ ہوں۔عقل کی شرط اس لئے ہے کہ عقل ہی وہ فطری قوت ہے جس کے ذریعہ انسان کو علم حاصل ہوتا ہے۔اگر انسان کے پاس عقل نہ ہوتو وہ پاگل مانا جاتا ہے اورفقدان عقل کی صورت میں غیر مکلّف،مرفوع القلم ہوتا ہے۔

بلوغت انسان کے اس مرحلہ عمر کو کہتے ہیں جس میں وہ سمجھ بوجھ اورفہم وادراک کے قابل ہوجاتا ہے پورے شعور کے ساتھ ذمہ داریاں نبھا سکتا ہے اورذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کا اہل ہوتا ہے۔

اہل حل وعقد کا عقل وبلوغ سے متصف ہونا لازمی ہے رسول گرامی ﷺ نے عقل وبلوغ کو ذمہ دار فرد کے لئے لازم قرار دیا ہے فرمایا:

رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ، وعن المعتوه اوقال المجنون حتى يعقل وعن الصغير حتى يشب" (ابوداؤد:۴۳۹۸)

تین آدمیوں کی کوئی مسئولیت نہیں ہے۔سونے والا الا یہ کہ وہ جاگ جائے، پاگل یہاں تک کہ اسے عقل آجائے بچہ یہاں تک کہ جوان ہوجائے۔

۱۰۔اسلام:

مسلمانوں کے اہل حل وعقد میں کافر کا شمار نہیں ہوسکتا۔اگر کسی کے اندر ارتداد پایا گیا تو اس کی بناء پر اس کی شورائی حیثیت ختم ہوجائے گی اور اس کی ساری قائدانہ صلاحیتیں صفر قرار پائیں گی۔رب کریم کا ارشاد ہے۔

ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا (النساء:۱٤۱)

اوراللہ تعالی کافروں کوایمان والوں پر ہرگز راہ نہ دے گا۔

عدالت بمعنی استقامت یعنی اہل حل وعقد میں جس کا شمار ہوسکتا ہے اس کے اندر عدالت کا ہونا ضروری ہے، بایں طور کے وہ راہ استقامت پر لگا رہے اس کے اندر کسی طرح کا دینی انحراف پایا نہ جائے اگر کسی عاقل بالغ سوجھ بوجھ والے مسلمان کے اندر قائدانہ صلاحیت ہومگر وہ فکری انحراف،فساد وعقیدہ کا شکار ہو یا بدعت کا داعی ہو، یا اس کے اندر عملی بگاڑ پایا جاتا ہو جیسے نماز میں سستی کاہلی حرام خوری، بد خلقی، جھوٹ،فریب تو ایسا انسان اہل حل وعقد میں شمار نہیں ہوسکتا۔

۱۲۔علم

کسی شے کی حقیقت کے ادراک کا نام علم ہے۔جس شے،اس کے وجود جنس کیفیت اورعلت کا ادراک حاصل ہوجائے وہ علم ہے اور دینی سیاق میں علم کا اطلاق علم شرعی طور پر ہوتا ہے ابن حجر رحمہ اللہ نے علم کے متعلق فرمایا۔

والمراد بالعلم هنا العلم الشرعى الذى يفيد معرفة ما يجب على المكلف من أمر دينه فى عباداته ومعاملاته، والعلم بالله وصفاته، وما يجب عليه من القيام بأمره وتنزيهه عن النقائص ومدار ذلك على التفسير والحديث والفقه" (فتح البارى ۱/ ۱٤۱)

علم سے مراد یہاں علم شرعی ہے، اس سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ دینی ذمہ دار کے لئے اپنے دین کے متعلق کیا جاننا ضروری ہے عبادات معاملات اللہ اوراس کے صفات کی معرفت وغیرہ کے سلسلے میں اور یہ کہ احکام الٰہی کی بجا آوری میں اس کی کیا ذمہ داری ہے اور ذات کبریا کو کس طرح نقائص سے پاک ماننا ضروری ہے۔ان سب کا دارومدار تفسیر حدیث اورفقہ ہیں۔

کم ازکم اس علم شرعی کی معرفت یہ ہے کہ انسان کو احکام دین معلوم ہوں جیسے علم توحید ارکان اسلام، جہاد کی مشروعیت امر بالمعروف نہی عن المنکر حقوق نفاذ شریعت فواحش کی حرمت،حقوق ومعاملات کی جانکاری، حلال حرام کی پہچان۔آداب واخلاق سے شناسائی اوراگر اس سے زیادہ علم ہوتو فبہا۔

ان کے علاوہ اہل حل وعقد کے لئے مرد ہونے ،مسلم ملک میں ہونے کی بات کی جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہاں سیکولر اسٹیٹ میں جن لوگوں کی بات ہوتی ہے اس کے لئے ان شروط کا پایا جانا ضروری نہیں اس لئے ان کا نصب امام نہیں ہے بلکہ مسلم امت کی نگرانی اور حفاظت اور مختلف اختصاص کے لئے فروغ ملت کا کام کرتا ہے۔ اس ضمن میں ورع وتقوی کی بات آئی ہے لیکن عدالت وامانت میں یہ صفت بھی آجاتی ہے۔

٦۔حل وعقد کا ادارہ

اہل حل وعقد کا درجہ عظیم ہے اوران کی ذمہ داریاں بھی عظیم ہیں، ان کے ہاتھ میں ہی حل وعقد ہے امت مسلمہ کے وہ قائد ہیں ان کے ہاتھ میں اس کا زمانہ ہے خاص کر کسی سیکولر اسٹیٹ میں۔ سوال یہ ہے کہ اس قیادی طبقے کا وجود کیسے قائم ہو اور کسی طرح حل وعقد کا ادارہ قائم ہو۔ ظاہر ہے اس کا کوئی نہ کوئی نظم ہونا چاہیے۔ یہ نظم قائم ہونا ضروری ہے اوراس کے اصول ہونے چاہیے تاکہ طفیلی، دکھاوی کیڑے، سرپھرے اوردولت وشہرت کی دیوانہ عجوبہ مخلوق اس ادارے میں داخل نہ ہوسکے اورملت کے لئے نقصان دہ ثابت نہ ہو۔

ویسے اگر دیکھا جائے تو اہل حل وعقد کے لئے جوصفات گنائی گئی ہیں۔ ہندوستان میں بروقت ملی قیادت کے دعوی دار بمشکل شرعا اس کا استحقاق رکھتے ہیں کہ انھیں حل وعقد کے ادارے کا ممبر تسلیم کیا جائے۔ خواہ قیادت کے لوگ اہل ثروت ہوں، اشراف وامراء ہوں یا علماء وسیاسی زعماء ہوں یا سماجی وتعلیمی کام کرنے والے ہوں۔ بلکہ ان مذکورہ صفات کو معیار مان کر نا پایا جائے تو خودساختہ دینی سیاسی تعلیمی وسماجی زعماء زیرو قرار پائیں گے اور محض وجہ فساد۔

بہرحال اس ادارے کے قیام کے لئے جن اصولوں اور ضابطوں کا ذکر نصوص شرعیہ میں موجود ہے ان کے مطابق ہی کسی کو ملی قیادت کا اہل قرار دیا جائے گا اوراس کے بعد ہی وہ ملت کا ذمہ دار قرار پائے گا۔

اہل حل وعقد کا اہل قرار پانے کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ مذکورہ صفات کی بناء پر جس عالم یا دیگر فرد کی حیثیت سماج کے معتبر لوگوں کی نگاہ میں طے ہوجائے۔ اور جو اپنی بے غرض دینی ملی خدمات کی بناء پر ایک معتبر پہچان بنالے اسے اہل حل وعقد میں شمار کرنا چاہیے۔ انسان کی سب

سے بڑی پہچان اس کی صفات ہیں یہ چھپنے اورمخفی رہ جانے والی چیز نہیں ہوتی ہے۔

امام شوکانی کا ایسے علماء ورجال ملی کے متعلق بہت مشہور تبصرہ ہے۔ ’’لا بد ان یرفع الله لهم من الصيت والشهرة ما يعرف به الناس انهم الطبقة العالية امرلابدی ہے کہ اللہ تعالی ایسے لوگوں کو شہرت اور مقبولیت کے اس مقام اعلی پر فائز کردیتا ہے کہ اس سے لوگ پہچان جاتے ہیں کہ یہ اونچے طبقے میں سے ہیں۔

شہرت اورناموری وہی معتبر ہے جو اخلاق وعمل کی بناء پر محبوبیت کے سبب حاصل ہو اورملت کے مصالح دینی ودنیوی کے ذریعہ ملی ہو۔ مذکورہ صفات کے حاملین کی یہ شہرت اورمقبولیت انھیں شرعا شورائیت کا اہل بنادیتی ہے۔ اس ضابطے سے باہر منحرف علماء وغیر علماء کی غیر فطری اور غیر اصولی شہرت ومقبولیت ان کو شورائیت کا اہل نہیں قرار دے سکتی ہے۔

ایک بگڑے ہوئے معاشرے میں اگر کسی بھی عالم سماجی سیاسی صاحب ثروت کو مختلف بے ضابطگیوں کی بناء پر شہرت حاصل ہوجائے اور وہ مذکورہ صفات کے حامل نہ ہوں تو ان کی شہرت اورمقبولیت ناقابل اعتبار ہوگی۔ اور یہ ایک المیہ ہے کہ جب معاشرہ بگڑ جاتا ہے تو فساق فجار خائن عیار گویے فن کار عوام کے ستارے بن جاتے ہیں، اور مخلص علماء اور کارکنان ملت بے وقعت ہوجاتے ہیں۔ ایسی صورت اور ایسے معاشرے میں اہل حل وعقد اور شورائیت کا نظام مختل ہوجاتا ہے اورخصائص ملت، وحدت ملت اور نظم ملت کا تصور ایک خواب بن جاتا ہے۔

بہرحال ایک سنجیدہ معاملہ فہم معاشرے میں اس میں بھی تصور شورائیت نظم ملت، نظام اہل حل وعقد اور وحدت ملت کی گنجائش ہوتی ہے اور نظم امت کسی نہ کسی صورت میں قائم وبرقرار رہ سکتا ہے۔ ایسے معاشرے میں تمیز حق اور حقائق کی پہچان باقی رہتی ہے۔ اور امت محمدیہ بگاڑ کے کسی بھی درجہ انحطاط تک پہنچ جائے۔ اس کے اندر ملت اور امت کا تصور کسی نہ کسی معنی میں اس وقت برقرار رہ سکتا ہے مسلم سماج میں اہل شوری اور اہل حل وعقد کی دینی صفات کی بنیاد پر پہچان کی صلاحیت باقی رہنا بہت ضروری ہے۔

صفات شورائیت وحل وعقد کے حامل فرد کو قرآن وسنت کے اس معیار پر کھرا اترنا ہوگا اس کا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اس معیار پر کھرا اترنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اسے اہل حل وعقد میں داخل ہونے کی سند مل گئی۔رب کریم کا ارشاد ہے:

والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف، وينهون عن المنكر (التوبة: ٧١)

مومن مرد اور مومن عورتیں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر (آل عمران: ١٠٤)

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

وتعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (المائدة: ١٠٤)

نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ وزیادتی میں باہم مددگار نہ رہو۔

اور رسول گرامی ﷺ کا ارشاد ہے۔

مثل القائم على حدود الله والواقع فيها كمثل قوم استهموا على سفينة فأصاب بعضهم أعلاها، وبعضهم اسفلها فكان الذين فى اسفلها اذا استقوا من الماء مروا على من فوقهم فقالوا لو أنا خرقنا فى نصيبنا خرقا، ولم نؤذ من فوقنا، فان يتركوهم وما أرادوا هلكوا جميعا، وإن أخذوا على أيديهم نجوا ونجوا جميعا (بخاری)

اس کی مثال جو حدود اللہ پر قائم رہتا ہے اور اس کی جو ان حدود میں داخل ہو جاتا ہے اس قوم کی سی ہے جس نے کشتی میں سوار ہونے کے لئے قرعہ اندازی کی۔کسی کو اوپری منزل ملی کسی کو نچلی نچلی منزل والوں کو جب پانی کی ضرورت ہوتی اوپری منزل والوں کے پاس سے گذر کر جانا

ہوتا پس نچلی منزل والوں کے اندر یہ چاہت پیدا ہوئی اور اس کا اظہار کرنے لگے کہ ہمیں اپنے حصے کی کشتی میں سوراخ کر لینا چاہیے تا کہ اوپری منزل والوں کے لئے ہم اذیت کا باعث نہ بنیں۔اب اگر لوگ انھیں اپنی حالت پر چھوڑ دیں تو سب ہلاک ہو جائیں اور اگر ان کا ہاتھ پکڑ لیں تو وہ بھی نجات پا جائیں اور یہ سب بھی۔

من رأى منكم منكرا، فليغيره بيده، فان لم يستطع فبلسانه، فان لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الايمان (مسلم)

تم میں سے جس کو برائی نظر آئے اسے چاہیے کہ برائی کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے بدل دے۔اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے اور یہی سب سے کمزور ایمان ہے۔

ان نصوص سے اہل حل وعقد کے صفات کے ساتھ ان کی عملی شناخت بھی ہو جاتی ہے اور یہ عملی شناخت اتنی اہم ہے کہ عملی میدان میں اہل حل وعقد کے گروپ کا عالم صاحب ثروت مختلف فکر وفہم اور عملی زندگی کا انسان فورا پہچان لیا جائے گا اس عملی راہ میں ملت کی قیادت، دین کی حفاظت، امت کا تحفظ اس کی وحدت کے لئے کوشش برائیوں کے خلاف عملی کدوکاوش اشاعت دین اور فروغ دین کے لئے بھرپور جدوجہد ان کے اہم مقاصد ہوتے ہیں اس راہ میں وہ تہاون نہیں اختیار کر سکتے ہیں اور ایسی حالت میں راہ حق میں ان کا عوام کو ساتھ دینا چاہیے ہوا وہوس کے بندوں نفس پرستوں اور بدعات کے بندوں کے ساتھ مقابلہ آرائی میں تعاون ضروری ہے۔

اگر خیر وقیادت کے یہ ظواہر موجود ہوں اور معاشرے میں انھیں تلقی بالقبول حاصل ہو اور ایسی قیادت کی بھرپور پشت پناہی موجود ہو تو سمجھ لیجئے سماج میں دم ہے کہ اہل حل وعقد کی شناخت کر سکے اور عملا ان کا وجود برقرار رکھ سکے۔اور ان کی حیثیت کو تسلیم کر سکے۔

ایسے گروپ کا تعین اس طرح نہیں ہوگا کہ اس کا انتخاب عمل میں آئے۔یا کسی اتھارٹی کی طرف سے اس کی تعیین ہو۔یا کسی تنظیم یا جماعت یا ادارہ قائم ہونے کے بعد موسسین کی حیثیت اس طرح بڑھ جائے کہ وہ اہل شوری بن جائیں۔اس کے لئے ان کے واسطے طے کردہ صفات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کی عملی نوعیت اوران کی دینی لیاقت کو پرکھ بنانا ہوگا۔اوراس قیادی گروپ کے اندر اجتہادی بصیرت، علمی ہیبت اورحق پرستی کی شوکت ایسی ہونی چاہیے کہ ان کے ذریعہ ایک قیادی اور امتیازی شورائیت کا اصل گروپ تیار ہو جائے۔

ان اصول وضوابط کی بنیاد پر مسلمانوں کے اوپر یہ لاگو ہے کہ مسلم معاشرے میں ایسا دم خم پیدا کریں کہ ان کا یہ قیادی گروپ جو عوام اور امام کے درمیان رابطہ ہے اور غیر مسلم ملک کے مسلمانوں کے لئے رہبر و رہنما اور امام ہے وجود پا سکے۔اس کے نمایاں وجود اور بحسن وخوبی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے اچھے نظم کی ضرورت ہوتی ہے۔اس ہیئۃ امریہ یا استشاریہ کا قیام ہی درحقیقت وحدت امت کی بنیادی کڑی ہے اگر اس ادارے کا قیام اس کے مشروط صفات اصول اور اعمال کی روشنی میں ممکن نہ ہو سکے تو پھر کسی تنظیم اور جماعت کا دعوی وحدت محض دھوکہ اور فریب نفس ہے۔

۷۔تنظیمات امت اوراہل حل وعقد

نبی اکرم ﷺ کے ماننے والے اور آپ کی رسالت پر ایمان رکھنے والے امت محمدیہ کے نام سے معروف ہیں۔جب دائرہ دین میں ایک مسلمان ہے خواہ وہ فاسق وزانی ہو بدعمل ہو گمراہ ہو دائرہ امت سے باہر نہیں کیا جا سکتا۔نہ کسی کو اسے امت کے دائرے سے نکالنے کا حق ہے امت کا دائرہ اتنا عام اور وسیع ہے کہ سب کو سمیٹے ہوئے ہے۔مسلمانوں کی اجتماعیت کی شناخت اس دائرہ امت سے ہے شہادتین اور ان کے تقاضوں کو ماننے والے امتی ہیں۔یہی ضابطہ فرد مسلم کو امت کے نظم میں پروتا ہے ایک ناقص سے ناقص مسلمان بھی جب تک نقض اسلام کا ارتکاب نہیں کرتا، امت کا فرمانا جائے گا اور اس دائرے کے اندر آنے کے بعد ہر مسلمان کے سیاسی، سماجی، تعلیمی، عائلی، اقتصادی اور انفرادی حقوق دوطرفہ طور پر طے ہو جاتے ہیں یعنی اس کے حقوق اور اس کے اوپر حقوق ان حقوق کو پانا۔اور دینا ان حقوق کی دوطرفہ ادائیگی کے لئے اجتماعی اور سیاسی نظم متعین کیا گیا اور حسب صلاحیت فرد و معاشرے کو ذمہ دار قرار دیا گیا۔اس عام ذمہ داری کے ساتھ ساتھ صلاحیتوں صفات اور کارکردگی کی بنیاد پر اہل شوری اولی الامر اور اہل حل وعقد کی ایک جماعت کو مسلم معاشرے میں خاص کر حقوق کے تحفظ اور ان کی دائیگی کا نگراں

اور ذمہ دار بنایا گیا جس کی تفصیل گذری مثلاً اس خاص گروپ کے متعلق کہا گیا۔

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (النحل:٤٣ الانبیا:٧)

پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کر لو۔

يـا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله، واطيعوا الرسول، واولي الأمر منكم، فان تنازعتم في شئي فردوه إلى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تاويلا (النساء:٥٩)

اے ایمان والو فرماں برداری کرو اللہ تعالی کی اور فرماں برداری کرو رسول کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹا دو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف۔اگر تمہیں اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے۔اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

وامرهم شورى بينهم (الشورى:٣٨)

اوران کا ہر کام باہم مشورے سے ہوتا ہے۔

وشاورهم في الأمر (آل عمران:١٥٩)

اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں۔

یہ گروہ اولی الأمر یا اہل حل وعقد کسی علاقائی برادری اور تہذیب وکلچر اور تنظیم وجماعت کا نمائندہ نہیں ہوتا یہ فطری طور پر اپنے صفات واعمال کے سبب اسلام اور امت اسلام کا نمائندہ ہوتا ہے۔وہ اسلام کا داعی، امت کے دن رات کا محافظ اور دین کا سپاہی ہوتا ہے اور اس کے عزائم میں عام امت داخل ہوتی ہے۔ان کی اختصاصی پوزیشن آیات سے طے ہے، ان کو عمومیت سے مستثنی رکھا گیا ہے اور ملت کے تمام مسائل میں عوام کے بجائے ان خواص پر اعتبار کرنے کی تعلیم دی گئی۔ارشاد ربانی ہے:

وإن تطع اكثر من في الارض يضلوك عن سبيل الله (الانعام:١١٦)

وما اكثر الناس ولو حرصت بمؤمنين (يوسف:١٠٣)

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کرنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بے راہ کردیں گو آپ لاکھ چاہیں لیکن اکثر لوگ ایمان دار نہ ہوں گے۔

وإن كثيرا من الخلطاء ليبغي بعضهم على بعض إلا الذين آمنوا وعملوا الصالحات وقليل ماهم (ص:۲٤)

اور اکثر حصہ دار اور شریک (ایسے ہوتے ہیں کہ) ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں۔ اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔

دراصل ان کی یہ خصوصی حیثیت اتحاد امت کو بحال رکھنے کی راہ عمل ہے۔ اس کے برعکس تنظیمیں اور جماعتیں ایک محدود اور من پسند دائرہ رکھتی ہیں اور اپنی ترجیحات نہ وہ امت کا بدل ہیں اور نہ ہی ان کے ارکان اہل شوری و اہل حل وعقد ہیں الا یہ کہ ان کے اندر وہ صفات پائی جائیں جن کا اہل حل وعقد کے اندر ہونا ضروری ہے۔

کسی بھی سیکولر ملک میں مسلمانوں کے شیرازے کو بکھراؤ سے بچانے کے لئے اسلام کا یہی تصور امت اور وحدت امت کی یہی عملی راہ ہے اور شرعا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے میں سے ایسے اہل حل وعقد کو تلاش کریں اور شرعی طور پر انھیں تسلیم کریں اور ان کو امت کی قیادت سونپیں۔ نیز جس حد تک امکان ہو اس قیادی ادارے کو عملی شکل دیں اور اس کو پروان چڑھائیں تاکہ وہ اسلام کے سیاسی ادارے امارت اسلامیہ کا بدل بن سکیں اور ملت کے فلاح و بہبود اور فروغ دین کا کام کریں۔

امارت اسلامی کے عدم وجود کی صورت میں اس ہیئت شورائی کو قائم رکھنا اور اس کے لئے ذی استعداد علماء امراء اشراف اور اولوالامر کو تلاش کرنا اور ان کی قائدانہ صفات اور کارکردگی کی بناء پر انھیں ماننا و تسلیم کرنا اجتماعیت کی سب سے بڑی ضرورت کو پوری کرنا ہے۔ اور اگر کسی عالم مفکر صاحب ثروت صاحب شرف کو قوم کی طرف سے یہ اعتراف نہیں ملتا ہے گو وہ پوری طرح حل وعقد اور شورائیت کا اہل ہے تو اس کی یہ شرعی ذمہ داری ہے کہ اپنے تئیں دین کے فروغ اور فلاح ملت کے لئے کام کرتا رہے۔

امت کی اس ہیئت ترکیبی کے بجائے شخصی علاقائی یا تنظیمی بنیاد پر انجمنیں قائم ہیں اور کسی بھی

تعلیمی یا فلاحی کام میں لگی ہیں اگر انجمن امت کے تصور اجتماعیت کے حساس نقطے کو نظر انداز کردیتی ہیں شورائیت اور اہل حل وعقد کی صلاحیتوں اور صفات و کارکردگی کے عاری ہونے کے باوجود خود کو اس امت کی ہیئت ترکیبی کا بدل قرار دیتی ہیں تو یہ بہت بڑا فریب ہے۔ اس فریب سے احتراز نہایت ضروری ہے۔ شورائیت یا حل وعقد کے مذکورہ صفات کو نظر انداز کر کے اگر تنظیمیں خود کو امت کی قیادت کا اہل سمجھتی ہیں۔ تو وہ خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ کوئی فرد جو اہل حل وعقد میں شامل ہو اس کے اوپر لازم ہے کہ بالتواتر اصلاح اور دعوت وتبلیغ کا کام کرتا رہے کوئی دائرہ بنا کر خود کو اس میں قید نہ کرے۔ بلکہ یہ معیار ہونا چاہیے کہ اگر ایسے لوگ کسی تنظیم سے وابستہ بھی ہوں تو بھی اپنی شورائی شرعی اصلیت کو یاد رکھیں اور علی الاطلاق ملت کی بہبود اور دین کے فروغ کے لئے ہی کام کریں۔ اور اگر کسی تنظیم سے نسبت کی بناء پر کسی اختصاصی اجتماعی عمل کو انجام دے رہے ہوں تب بھی امت کے دائرہ کار میں رہیں۔ کسی تنظیم تنگنائے میں خود کو محصور نہ کریں۔

تنظیمیں جماعتیں اور ادارے لازمی طور پر اس کے لئے جواب دہ ہیں کہ وہ امت کے دائرہ کار میں خود کو لائیں اور امت کی ایک اکائی کی حیثیت سے اپنی پہچان بنائیں۔ اور اپنی خود ساختہ شوری کو قرآنی اور دینی شوری کے درجے میں نہ رکھیں۔ نہ اپنے ممبران شوری کو یہ سمجھ بیٹھیں کہ ان کی حیثیت چار پیسے کا فارم بھر کر قرآن کریم کے مطلوب شورائی کی ہوگئی۔ اسی طرح جماعتیں اور تنظیمیں اپنے ممبران کو جماعتی نسبت کی بناء پر یہ سمجھیں کہ وہ امت کی شرعی ہیئت ترکیبی کا مصداق بن گئے اگر یہ تنظیمیں تعاون علی البر پر چلتی ہیں تو ان کا درجہ مباحات میں ہے اور تعاون علی الاثم پر چلتی ہیں تو انھیں محظورات میں شمار کرنا چاہیے۔

وہ تنظیمیں جو جزئیاتی بنیاد پر قائم ہیں۔ اور جو خود کو ممتاز اور امت کے مقام پر رکھتی ہیں اور اسلامی ہونے کا دعوی رکھنے کے باوجود امت کے ساتھ حزب اختلاف کا پارٹ کرتی ہیں۔ انھیں دراصل امت کے صحیح تصور کا پتہ ہی نہیں نہ اس کی ہیئت ترکیبی کا۔ جو لوگ علماء بیزاری ملت بیزاری اور سماج بیزاری کا روگ پال لیتے ہیں۔ مسلمانوں سے کٹ کر صالح جماعت کا تصور پیش کر کے ایک لیڈر صاحب نے سرپھروں کی ایک کھیپ تیار کردی ہے۔ اس غیر مستند اور مکروہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صالحیت کا اتنا برا اثر پڑا ہے کہ دوسرے ان کے فتوے کے مطابق جاہلیت کے شکار بن گئے اور یہ کبر کی انتہائی سڑی ہوئی کیفیت میں گرفتار ہوگئے۔ اور اپنے سوا دوسرے مسلمانوں کو سرکاری مسلمان غیر شعوری مسلمان، مشرک مسلمان پتہ نہیں کن کن القاب سے یاد کرنا شروع کر دیا۔

دراصل موجودہ صورت میں مسلمان امت کی ہیئت ترکیبی سے دور ہیں خاص کر ہندوستان میں اور بحیثیت فرقہ جیتے ہیں تفرق، شذوذ اور خارجیت کی بے شمار تباہ کن شکلیں ان کے اندر موجود ہیں۔ عام افراد امت میں یہ شعور باقی نہیں ہے کہ وہ رسول گرامی ﷺ کے امتی ہیں اور رنگ و نسل ذات برادری ملک و مسلک کے بھید و بھاؤ کے بغیر ان کے باہمی برادرانہ حقوق ہیں اور ہر ایک دوسرے کی جان مال عزت و آبرو کا رکھوالا ہے۔ اس طرح خواص کا قیادی ادارہ بھی نہیں ہے یعنی مجلس شوری یا مجلس اہل وعقد اپنی صورت میں اپنے مخصوص صفات اعمال اور پہچان کے ساتھ، فطری بنیادوں پر اور امارت اسلامی یا امامت کبری کا تو سیکولر اسٹیٹ میں مسئلہ ہی نہیں۔

مسلمان بحیثیت امت نہیں جیتے ہیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ غیروں کی نگاہ میں ہماری حیثیت ایک امت کی سی نہیں ہے۔ ان کی نگاہ میں ہم تفرق اور تشتت کی زندگی جیتے ہیں۔ ایسی حالت میں مسلمان بے سمتی کے شکار ہیں۔ امت کی حیثیت سے جب زندگی گذرتی ہے تو یہ عیاں ہی نہیں ہوتا کہ مسلمان ایک طاقت ہیں بلکہ دوسروں پر ان کا رعب بھی بنتا ہے اور ان کی زندگی کی سمت متعین ہوتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب امت کی حیثیت سے ہر فرد دین کے اصولوں اور ضابطوں سے بھرپور وابستگی اختیار کرے اور امت کے قیام تحفظ اتحاد اور اس کے لئے وفاداری میں ایثار کی حد تک پہنچ جائے۔ لیکن جب یہ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے تو تفرق کی راہیں نکلتی ہیں۔ لوگ انبوہ بن جاتے ہیں پھر افراتفری بے سمتی اور شیرازے کا انتشار اور بے وقعتی۔

ایسی صورت میں اتحاد کی بات کرنا اور امت کی حیثیت سے مسلم شیرازہ بندی سے گریز کرنا امت کی ہیئت ترکیبی سے بے خبر رہنا اور دانستہ یا غیر دانستہ اس نقطے کو نظر انداز کر دینا۔ اور مسلمانوں کا بلا وجہ چمپین بننے کی کوشش کرنا، فریب نفس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس انتشار اور تفرق کی حالت میں بچاؤ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ جس بے دینی کے سبب

امت کا شیرازہ بکھرتا ہے اور دینی وابستگی کمزور ہوتی ہے ان تمام دینی بے راہ رویوں سے بچ کر اصولی زندگی اپنائی جائے۔ تصوف تقلید، عقلانیت، تحریکیت، قبر پرستی پیر پرستی، نفس پرستی، مفاد پرستی سے بچ کر اتباع سنت کی راہ اپنائی جائے اور لا تزال طائفة من امتی ظاهرين على الحق کے طائفہ منصورہ میں شمولیت اختیار کی جائے، اور تمام راہوں کو چھوڑ کر علی وجہ البصیرة ما انا علیه واصحابی کی راہ اپنائی جائے۔

آج تفرق اور انتشار کی حالت میں مسلمان جس طرح پڑے ہیں اور اس پر راضی ہیں۔ اس حالت میں ان کے روزمرہ کے اکثر اعمال وافکار و اقوال غیر مستند و بے ثمر ہوتے ہیں۔ اس وقت امت کی حیثیت سے اگر ان کی اجتماعیت قائم نہیں تو اس کی وجہ مسلمانوں کی بے دین زندگی ہے۔ اس وقت بھی اگر کوئی گروہ اصولی زندگی گذارتا ہے اور راہ نجات وسعادت پر چلتا ہے۔ ما انا علیہ اصحابی کو اپناتا ہے۔ تو اس کی استنادی حیثیت قائم رہتی ہے جو لوگ تحریکیت کے فتنے میں مبتلا ہیں یا تھے خواہ سرسید کی تحریکیت ہو یا ان کے رفقاء کار کی، یا مودودی کی تحریکیت ہو، یا ان کے آف شوٹ چھوٹ بھیوں کی، نصوص دین کی روشنی میں ان کے افکار و اعمال ملت کشی کے مترادف ہیں۔ تحریکیت نے فتنوں کو پالا ہے اور سرپھروں کو پیدا کیا ہے۔ تحریکیت اتنا خطرناک فتنہ ہے کہ جس دل ودماغ کو اس کی معمولی ہوا لگ جاتی ہے وہ روگی بن جاتے ہیں۔ تحریکیت نام ہے دین کو بگاڑنے اور کل دین کو اجتہادی مسئلہ بنانے اور اسے متغیرات میں شامل کرنے کا۔ تحریکیت کا تلخابہ پی کر انسان۔ امت بے زار، اسلاف بیزار، علماء بیزار اور دین بے زار بن جاتا ہے، اور اپنی تاریخ سے شرماتا ہے اور اسے کوستا ہے۔ تحریکیت کو سب سے زیادہ دشمنی سنت رسول سے ہوتی ہے۔ ہر تحریکی انتہا پسندی اور تشدد کا شکار ہوتا ہے۔ سنت سے بے زاری اور اس کی اہمیت کو تسلیم نہ کرنے سے انسان کے اندر وحشت پسندی آجاتی ہے۔ سنت رسول کو جس نے ادب واحترام اور ڈیو ریسپکٹ نہ دیا وہ سرپھرا ضرور بنتا ہے یہی وجہ ہے کہ سارے تحریکی علی الاطلاق سرپھرے ہوگئے ہیں۔ یہ سرپھرے چاہے عالم ہوں یا دانشور مسلمانوں کے حق میں ناسور ہیں۔ نادانستہ جتنا ان سے دین کو نقصان ہوتا ہے یا ہوا ہے اتنا کسی کٹر دشمن اسلام سے نہیں ہوا ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنت رسول سے پیچھا چھڑانے کے بعد یہ قرآن کریم کو اپنا مشق ستم بناتے ہیں۔عربی زبان سے بے بلد، سنت رسول سے دور، صحابہ کے مقام اور اقوال سے بے خبر، اسلاف سے چڑے ہوئے براہ راست قرآن میں تدبر فرماتے ہیں۔اور فتنوں وفتووں کا سیلاب لاتے ہیں۔قرآن بے شک سب کے سمجھنے اور پڑھنے کے لئے ہے اور حسب صلاحیت ہر ایک کو اس سے استفادے کی گنجائش ہے لیکن جو شخص عربی اور علوم اسلامیہ سے بے خبر ہے جن کو مستند علماء نے دینی تقاضوں کے مطابق مرتب کیا ہے وہ اگر مفسر ہونے کا دعوی کرے اور نکات قرآنی بیان کرنے لگے تو پھر اسے بھی قرب قیامت کی ایک نشانی ماننا چاہیے اور اگر ہو سکے تو ایسے عقل کے دشمنوں اور جاہلوں کو پاگل خانے میں بھجوانا چاہیے۔

اس تفرق کی حالت میں تصوف وتقلید کے چاہنے والوں کا حال نہایت ابتر ہے انھیں کسی بھی طرح ما انا علیه واصحابی سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ان کا کل دین دراصل مقامی شخص وقتی اور قبوری ہے ان کے دین کی نسبت کسی شہر سے کسی علاقے سے کسی شیخ سے اور کسی خاص زمانی مرحلے سے ہے۔اس لئے ان کی دینی حالت سب سے زیادہ افسوسناک حالت سے دوچار ہے اور بالکل غیر معتبر۔

حالت تفرق میں بچاؤ یا امید کی ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے مشترک مصالح اور عام مفاد کے حصول کے لئے مشترکہ پلیٹ فارم ہو۔اور کسی جانبداری عصبیت اور گروہ بندی کے آڑے آئے بغیر مسلمانوں کی پاسبانی ہوتی رہے۔لیکن افسوس آج یہ بھی نہیں ہے۔اس وقت پورے ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی مشترکہ پلیٹ فارم نہیں ہے۔جتنے مشترکہ پلیٹ فارم بنے وہ خاندانی جائداد بن گئے ندوۃ العلماء، جمعیۃ العلماء مسلم پرسنل لاء بورڈ، سب گروہی عصبیت کا شکار ہو کر سمٹتے سمٹتے خاندانی بن گئے ہیں اور ان سے چمٹے ہوئے ملت کے یتامی پیٹ پال رہے اور شرعا خارجیت یا بغاوت یا خیانت کا تمغہ حاصل کئے ہوئے ہیں۔

اور وہ تنظیمیں جو ذات برادری کے نام پر بنی ہیں اور برادری عصبیت کو فروغ دینے کا سبب بنتی ہیں ان کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔اور وہ انجمنیں اور تنظیمیں جو کسی فرد واحد کی جیب کا مال ہیں۔

اور جیب سائز ہیں اور دعوی کل ہند کا ہے امت کے تصور اجتماعیت کی روشنی میں، صرف خروج بغاوت اور فریب ہیں۔ان کو کوئی شرعیت نہیں مل سکتی۔ان کی راہ بدبودار جاہلیت کی ہے اور اس کے مالک فریب جاہلیت اور حرام خوری کی زندگی گذارتے ہیں۔تمام کل ہند انجمنوں اور ان کے فرد واحد مالکوں کو چاہیے کہ عقل کے ناخن لیں اپنی بساط لپیٹیں اور حلال کما کر پیٹ پالیں، مسلمانوں کے لئے فتنہ نہ بنیں۔یا کل ہند ادارہ کو انفرادی حیثیت دیں اور اپنی جیب سے خرچ کر کے ملک وملت کی خدمت کریں یا پھر دائرہ کار اور عنوان حسب حال بنائیں شفافیت لائیں اور ملت کے سامنے جوابدہ بنیں۔ورنہ پھر اپنے جسم کا پسینہ بہائیں، محنت مزدوری کریں۔ملت کو فریب نہ دیں۔

مشکل یہ ہے کہ یہ طفیلی کیڑے دن بدن ملت کے نام پر موٹے ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اکیلے کل ہند بنے پھرتے ہیں کوئی ان کی کل ہند انجمنوں اور ان کے کالے کرتوتوں کی شرعی حیثیت نہیں بتلاتا ہے کہ کس طرح ان کی غیر مستند غیر شرعی رفتار میں بریک لگے۔

فکر ونظر میں تضاد کی انتہا ہے دین کی بالادستی کی باتیں کرنے والے سیکولر ہندوستان میں سب سے زیادہ ملت کی اجتماعیت کو نقصان پہنچاتے ہیں اور سب سے زیادہ دین کا استحصال کرتے ہیں۔

بہر حال جن کو یہ پسند ہے کہ امت واجتماعیت کے اس اہم اور حساس نکتے کو سمجھے اس کے لئے ضروری ہے کہ امت کی ہیئت ترکیبی کو جانے اور دین نے اس سلسلے میں جو ہدایات دی ہیں اس پر عمل کرے۔جاہلیت بغاوت خروج اور فریب کی راہوں سے بچے اور اگر ان پر عمل کرنا ممکن نہیں رہا تو تفرق کی حالت میں بچاؤ کی راہ ما انا علیہ واصحابی کی راہ پکڑ لے اور ہر حال میں اس پر چلتا ہے اور مفاد ملت کے متعلق سوچے اور کام کرے۔اسے شہرت منصب اور کمائی کا ذریعہ نہ بنائے۔مشترک مصالح اور مفاد عامہ کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔

سر پھرا پن کی اس وقت کئی شکلیں ہیں۔سر پھروں کی ایک ٹولی خلافت کے قیام کی بات کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ مسلمانوں کے سارے مسائل کا حل اسی میں ہے۔عنوان ظاہر ہے بڑا پرکشش ہے لیکن دعوت کے پیچھے کون لوگ ہیں؟ اور اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کے پیچھے کوئی ہمفرے ہوسکتا ہے تاکہ اس پرکشش عنوان سے نوجوانوں میں انتشار پھیلائے اور اس حساس موضوع کو چھیڑ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انھیں برگشتہ کرے۔ اور اگر اس کی دعوت دینے والے معروف قابل اعتبار لوگ ہوں تو پھر یہ دیکھنے کی بات ہے کہ آخر خلافت اسلامی کہاں قائم کریں گے ان بکھرے حالات تفرق میں جینے والے مسلمانوں کے اوپر جن کے اندر نہ دین ہے نہ امانت ہے نہ اجتماعیت کا شعور ہے فقط انتشار تفرق اور خروج وبغاوت کی حالت۔ سوال یہ ہے کہ یہ کون سی خلافت ہوگی جو ان کے اندر قائم ہوگی۔ ایسے قیام خلافت کو سرپھرا پن کہیں کہ پاگل پن۔ رسول گرامی ﷺ نے جن افراد کو اور جس معاشرے کو تیار کیا کم از کم دس فیصد اس جیسے افراد یا معاشرہ تو تیار کرلیا جائے یا تیاری میں لگا جائے اور مسلمانوں کو بحیثیت امت تیار کیا جائے اور امت کی ہیئت ترکیبی تو اپنالی جائے پھر قیام خلافت کی بات ہو تو اسے کسی طرح سنا جاسکتا ہے۔ موجودہ صورت حال بدلے بغیر اور کار اصلاح ودعوت شروع کئے بغیر یا قیام خلافت کے لئے زمین ہموار کئے بغیر خلافت کی دہائی لگانا، خلافت جیسے عظیم اور بامعنی لفظ کی توہین کرنی ہے اور موجودہ وقت میں جو یہ نعرہ لگاتے ہیں وہ فقط سرپھرے اور عیار لوگ ہیں جو فقط اپنی نفس پرستی کا زہر پھیلاتے ہیں۔ خلافت ان چمگادڑوں سے نہیں قائم ہوسکتی۔ واقعی جو اس کے اہل ہوسکتے ہیں اس لفظ کی عظمت اور بگڑی صورت حال سے خوف کے مارے یہ بات زبان پر نہیں لاسکتے۔ خلافت کوئی کھیل نہیں ہے کہ محمد علی جیسے لوگ اس کا جھنڈا بلند کریں اور اس کی ساری توانائی گاندھی ہتھیالیں اور ملت کو بے سمتی کا شکار بنادیں۔ یہ جذباتی کھیل نہیں، نہ سرپھروں اور عیاروں کا اور موجودہ صورت میں یہی کرنے کا کام نہیں ہے بلکہ اس سے اہم یہ ہے کہ پہلے ملت کو امت بنایا جائے اور اس کی شیرازہ بندی ہو۔ پھر قدم آگے بڑھے۔

سرپھروں کی ایک جماعت حاکمیت کی بات کرتی ہے اور اس عنوان کے حوالے سے ایسے جنم دیتی ہے اللہ کی حاکمیت سارے عالم پر قائم ہے حاکمیت کونیہ ہماری ایک ایک سانس پر قائم ہے ان الحکم الا اللہ مسئلہ حاکمیت شرعیہ کا یعنی اس کے دین کو بالادستی حاصل ہو دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب ہے دین پر عمل پیرائی یا شریعت کی تنفیذ ہم صلاۃ ادا کرتے ہیں اور رسول کریم کے طریقے کے مطابق۔ یہ اللہ کی حاکمیت قائم کرنا ہے ہم اپنی کمائی اپنا گھر اپنا

عقیدہ اپنی سیاست اپنی معاشرت دین کے مطابق بناتے ہیں اللہ کی حاکمیت شریعت قائم کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ عملی طور پر انفرادی زندگی میں اس شرعی حاکمیت کا قیام آسان ہے عبادات میں عقائد میں آداب واخلاق میں اللہ کی شرعی حاکمیت کا قیام آسان ہے، معشیت میں سیاست میں تعلیم میں معاشرت میں بروقت اس شرعی حاکمیت کا قیام مشکل ہے بڑی رکاوٹیں ہیں۔ اس لئے جہاں جس قدر امکان ہے حسب استطاعت دین پر عمل پیرائی ضروری ہے لیکن حاکمیت کا نعرہ لگانے والے سرپھرے اس آسان مسئلے کو فلسفہ بناتے ہیں اور حاکمیت کو جھلا اور عناداً صرف سیاست سے جوڑتے ہیں اور دین وملت کا استحصال کرتے ہیں اور زندگی میں جہاں حاکمیت کے نفاذ کے امکانات ہیں انھیں نظر انداز کردیتے ہیں اور جہاں مشکل ہے اور جو کم درجے کا ہے اور جس میں انسان معذور بھی ہوسکتا ہے۔ اس پوائنٹ کو ایسا بھڑکاتے ہیں کہ نوجوان تشدد پسند بن کر نکلیں اور مسلمانوں کے اندر بغاوت اور خوں ریزی ہو۔ ان مصیبت خان قسم کے لوگوں سے التجا کی جاسکتی ہے کہ بھئی دنیا کمانی ہو تو کماؤ ملت کا بیڑا کیوں غرق کرتے ہو۔ جاؤ پہلے اپنی عقل کا علاج کراؤ خارجیت کی راہ چھوڑو اور کتاب وسنت کو صحیح منہج سے پڑھنے کے لئے وقت نکالو۔ اور کسی مودودی کسی سید قطب کو رہنما بناکے انتہا پسندی شذوذ پسندی کا ذہن نہ بناؤ۔ اصول وتعلیمات دین سے نسبت جوڑو۔

امت مسلمہ کوئی کھیل نہیں اگر دین کے تصور امت اور وحدت امت کے فریم میں کوئی فرد یا گروپ نہیں فٹ ہوتا یا حتی الامکان اس فریم میں فٹ ہونے کی کوشش نہیں کرتا تو اس کے سارے اعمال وافکار بے ثمر اور غیر مستند ہوسکتے ہیں۔ ایک مسلمان کی ساری زندگی جاہلیت میں گذر سکتی ہے خروج اور بغاوت میں ساری زندگی برباد ہوسکتی ہے۔ اور ساری محنتیں اکارت ہوسکتی ہیں۔

اور وہ لوگ جنہوں نے ملت اور دین کے نام پر آل انڈیا ادارے کھول رکھے ہیں جبکہ انھیں اپنی جیب اور کرسی سے مطلب ہے ایسے لوگ ملت کے غدار، خائن اور ٹھگ ہیں اور جاہلیت کی زندگی گذارتے ہیں اور شراًان کی موت بھی جاہلیت کی ہوسکتی ہے۔ اللہ اس انجام بد سے ہر ایک کو بچائے۔ آمین

☆☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۴) اہل حل وعقد

۸- امت میں اہل حل وعقد کا مقام

جوفرد یا گروپ اپنی دینی صلاحیتوں کی بنیاد پر شورائیت کا اہل قرار پائے یا ان کی پہچان اصحاب حل وعقد کی بن جائے۔ان پر شرعی اور دینی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ایسے لوگ امت کے نمائندے ہوئے اور کسی بھی اسلامی تجمع کے مصالح کے حصول اور ان کے تحفظ ونگرانی کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور متوقع یا متحقق مضرتوں کو دور کرنے اور انھیں در آنے سے باز رکھنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

ملک سماج خواہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی ہر جگہ ان کی بنیادی ذمہ داریاں یکساں ہوتی ہیں۔

اگر وہ اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کریں اور اپنا سماجی فریضہ نہ نبھائیں تو شرعاً قابل مواخذہ ہیں۔

گزشتہ صفحات میں ان کی جو خوبیاں بیان کی گئی اور جن کی شورائیت کا اہل قرار دیا گیا اہل حل وعقد میں ان کا شمار ہوا ان کی بلند مقامی اور امت میں ان کا مقام طے کرنے کے لئے بہت سے دلائل ہیں بہر حال ان آیات کے ضمن میں وہ آتے ہیں۔

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون (الزمر:۹)

بتلاؤ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو جانتے نہیں یکساں ہیں۔

ان اكرمكم عندالله اتقاكم (الحجرات:۱۳)

بے شک اللہ کے ہاں اعلیٰ مقام ان کا ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا (الحديد:۱۰)

تم میں سے جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا وہ زیادہ عظیم المرتبت ہیں ان سے جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور قتال کیا۔

اور رسول اللہ گرامی کا فرمان ہے۔

تجدون الناس معادن خيارهم فى الجاهلية خيارهم فى الاسلام اذا

فقهوا (بخاری: ۳۴۹۳)

لوگ تمہیں کان کی مانند ملیں گے۔اگر سوجھ بوجھ ہو تو جو لوگ جاہلیت میں اچھے تھے اسلام میں اچھے رہیں گے۔

علم، دولت، احساس ذمہ داری، فکر امت اور پرہیز گاری کی دولت سے یہ مالا مال ہوتے ہیں اور امت کے نفع وضرر کا انھیں شدید احساس ہوتا ہے اپنی خوبیوں اور ذمہ داریوں کے سبب امت میں ان کا اعلیٰ مقام طے ہے۔اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اور اسلام میں فرض کفایہ یا سماجی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا جو تصور ہے اس کے تحت ان کی حیثیت متعین ہے۔ یہ پوری امت کے نمائندہ ہوتے ہیں اور ان کے مصالح کے حاصل کرنے والے اور نگراں اور امت کو مضرتوں اور مشاکل کے گرداب سے نکالنا ان کی ذمہ داری ہے۔

یہ لوگ اسلامی ریاست کے قیام اور قیادت کے تعین میں امت کی طرف سے نمائندہ ہوتے ہیں۔اور اقلیت یا جمہوریت یا ڈکٹیٹر شپ کی شکل میں یہی قیادی یا شورائی گروہ قیادت کے پاس امت کا نمائندہ ہوتا ہے اور ہر طرح ان کا خیر خواہ ہوتا ہے۔اصحاب شوری کے صفات کے حامل اگر الیکشنی نمائندہ بن جائیں تو نمائندگی واضح ورنہ امت کے نمائندہ دینی صفات کے حامل اہل حل وعقد باستمرار رہیں گے۔اس گروہ کی حیثیت امام کی نہیں ہوتی ہے کہ ان کے ذریعہ جہاد کا فریضہ قائم ہو، امارت وزارت اور قضاۃ کی تنصیب ہو۔امامت کی ذمہ داریاں طے ہیں۔ان میں ان دینی صفات کے حامل نمائندوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے۔

اہل حل وعقد امت کے نمائندہ رہنما سرپرست خیر خواہ اور مربی ہوتے ہیں جب تک ان کے اندر شورائیت کی دینی صفات موجود رہیں گی ان کا اجتماعی فریضہ برقرار رہے گا ان کے عزل وبرطرف کرنے کا مسئلہ نہیں رہتا ہے نہ ان کے لئے بیعت ہوتی ہے یہ شرعاً صفات شورائیت کے حامل ہونے کے سبب امت میں خاص مقام رہنمائی وسرپرستی کو حاصل کر لیتے ہیں اور یہ منصب کسی کی تائید وتوثیق کا محتاج نہیں ہوتا ان کا سارا کام رضا کارانہ اور بسا اوقات سرفروشانہ ہوتا ہے اور اگر ان کی کفالت کی ضرورت ہو تو ان کی کفالت کرنی شرعی فریضہ ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلامی ریاست میں ان کی ذمہ داریاں ریاست کے سربراہ کی تعیین میں خاصا واضح ہیں۔

اوراسلامی ریاست میں سربراہ ریاست کو ان سے تال میل بنائے رکھنا شرعی فریضہ ہے۔

- اس کے لئے ضروری ہے کہ سربراہ ان کی ہمدردیاں حاصل کرے اور خود اہل حل وعقد کے لئے ضروری ہے کہ سربراہ ریاست کے لئے مناصحت کا طریقہ اختیار کریں جہاں سربراہ کا رویہ ایسا ہونا ضروری ہے کہ علماء خاص کر اور اہل حل وعقد اس سے دلی قربت رکھے وہیں اہل حل وعقد کے اوپر لازم ہوتا ہے کہ اپنے سربراہ کے لئے مناصحت کا رویہ اپنائیں ان کی غلطیوں کی اصلاح کریں ان کے لئے دعائیں کریں۔ اوران کے خلاف نہ جائیں الا یہ کہ شرعی دلیل وحجت ان کے پاس ہو۔
- اہل حل وعقد چونکہ امت کے رہنما رہبر مربی ہوتے ہیں اس لئے امام کی اطاعت بھی ہوتی ہے اور ان کی بھی۔ اورامام کی اطاعت عوام اور اہل حل وعقد پر لازم ہے چونکہ اہل حل وعقد امام کی اطاعت کرتے اس لئے سربراہ کا کام ہیکہ علماء اور اہل حل وعقد کی رہنمایانہ داعیانہ اور تربیتی قیادت اور مصالح امت کے نگراں اور محافظ کی حیثیت کو ملحوظ رکھے اور کبھی طاعتوں میں ٹکراؤ نہ ہو۔
- سربراہ ریاست کے لئے ضروری ہے کہ اہل حل وعقد اور خصوصا علماء سے مسلمانوں کے مسائل عامہ میں مشورہ کرے خودرائی کا مظاہرہ نہ کرے۔

رب کریم کا ارشاد ہے:

وشاورھم فی الامر (آل عمران ۱۵۹) ان سے مسئلے میں مشورہ کیا کرو۔

اہل حل وعقد سے مشورہ کرنا لازم ہے دینی مسائل میں، امور دینی میں علماء سے لشکر اور جنگ سے متعلق ماہرین حرب سے، شرفاء اور رؤساء سے مصالح عباد کے متعلق اور کاتبوں سے وزراء سے اور عمال سے مصالح بلاد اور تعمیر وترقی ملک کے متعلق اور جو سربراہ مشورہ نہ کرے وہ اس لائق ہے کہ اسے ہٹادیا جائے۔

والشوری من قواعد الشریعه وعزائم الاحکام من لا یستشیر اھل العلم والدین فعزله واجب ھذا ما لا خلاف فیه وقد مدح الله المؤمنین بقوله وامرھم شوری بینھم (قرطبی ٤/٢٤٩)

شوری شریعت کا اہم اصول ہے اور بنیادی حکم ہے جو اہل علم ودین سے مشورہ نہ کرے اسے ہٹادینا ضروری ہے اس مسئلے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اللہ تعالی اپنے اس کلام سے موصوف مسلمانوں کی مدح کی ہے۔ اوران کا معاملہ آپسی مشورے کا ہے۔

اگر اہل حل وعقد اور سربراہ ریاست کے درمیان اختلاف پیدا ہو تو کتاب وسنت کو فیصل ماننا چاہیے، کسی فریق کی زبردستی نہیں چل سکتی۔ نہ کسی کو غیر مشروط طاعت حاصل ہے۔

ان امور کے علاوہ اہل حل وعقد کا کام ہر جگہ ہر دور میں اسلامی ریاست میں اور اقلیت میں یکساں ہوتا ہے اور ان کی پوزیشن بدستور قائم رہتی ہے جب وہ صفات شورائیت یا صفات اہل حل وعقد سے متمتع ہوتے ہیں۔

۹۔ اہل حل وعقد کی ذمہ داریاں

جیسا کہ تفصیل گذری اور اہل حل وعقد کے صفات بیان ہوئے ان کے اندر مختلف صلاحیتیں ہوتی ہیں سیاسی فہم وتدبر، عوام پر پکڑ، علمی بصیرت، مالی استحکام، شوکت ودبدبہ، مختلف میدان میں تجربات، اس طرح اہل حل وعقد میں جو فرد یا گروہ اختصاصی طور پر جس صلاحیت اور تجربے کا حامل ہوگا اسی کے مطابق امت کے تئیں اس کے سر ذمہ داری عائد ہوگی۔ سماج فرد اور امت کے مختلف پیمانوں پر اس ادارے ''اہل حل وعقد'' سے وابستہ افراد کی متنوع ذمہ داریاں تین حلقوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں۔ اور کارکردگی کی متنوع شکلیں اختصاص کی بنیاد پر انجام پائیں گی مگر مختلف ناحیوں سے تمام کاموں میں تمام اہل حل وعقد کا باہمی تال میل برابر قائم رہے گا۔

(ا) علمی ذمہ داریاں: علمی ذمہ داریاں وقت اور حالات کے اعتبار سے متنوع اور کثیر ہوسکتی ہیں۔ اور یہ ذمہ داری علماء دین کے ذریعہ ہی نہیں پوری ہوسکتی ہیں بلکہ علم کے اختصاصات کے حامل دیگر شعبہائے علم کے علماء کا بھی اس علمی ذمہ داری کو نبھانے میں اہم رول ہے اور سب کی مشترکہ کوششوں سے ہی مسلم امت اور مسلم سماج کی ترقی ہوسکتی ہے۔ اور اس کے اخروی اور دنیوی مصالح حاصل ہوسکتے ہیں۔ لیکن ان سب پر ہیمنت علماء کی ہوگی۔ اس گروہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ علمی دینی اور ثقافتی ناحیے سے مسلمانوں کی حالت کا جائزہ لیتا رہے اور جہاں جیسی اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہو اسے پورا کرے اور اگر کوئی خلل نمایاں ہو اسے دور کرے۔ کمی اور نقص نظر آئے اسے دور کرے اور اس دائرہ حیات میں کوئی مشکل پیدا ہو رہی ہو اس کا حل تلاش کرے۔ مسئلہ صرف فقہی و دینی ہی نہیں ہے۔ بے شک اسے اہمیت حاصل ہے۔ معاملہ امت کے کل علمی حیات کو شاداب بنا کر رکھنے اور دائرہ دین میں لانے کا ہے۔ اگر موجودہ دور میں اہل حل وعقد میں شامل علماء دین ہی سرگرم رہیں اور دیگر تجارب واختصاصات کے حاملین اپنا کام نہ کریں تو فروغ امت کا خواب پورا نہ ہوگا۔ ضرورت اس کی ہے کہ دراستہ وتحقیق اس کا ہوتا رہے کہ علمی وثقافتی دنیا میں امت کہاں کھڑی ہے۔ آگے ہے کہ پیچھے، کس شعبے میں اس کی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ کہاں نقص ہے سماجیات اور اس کے مختلف شعبوں میں معاشیات کے مسائل میں، سیاسیات کے خارزاروں میں کہاں کہاں امت کی پوزیشن مضبوط نہیں ہے صحت عامہ کے علمی مسائل کیا ہیں۔ دینی علوم میں ابتری ہے کہ بہتری ہے۔ تجربی وسائنسی علوم میں امت کدھر جا رہی ہے۔ تعلیم کی نسبت کیا ہے۔ اور اس کے مسائل کیا ہیں۔ میڈیا کے علمی مسائل کیا ہیں اور امت ان سے کس قدر بہرہ یاب ہے غرض علمی پیش رفت کی ذمہ داری اور اس کی منصوبہ بندی مراکز تحقیق وبحث اور درسگاہوں کا قیام، علمی دینی اور لسانی اکیڈمیاں قائم کرنا۔ اور انھیں باحسن طریق چلانا اہل حل وعقد کا کام ہے۔ یہ صرف علماء کا کام نہیں کہ نوازل اور نئے پیدا شدہ مسائل میں صرف فتوی دیدیں۔ اتنا ہی اگر کافی مان لیا جائے تو پھر مسلم امت میں ایسے الیٹ گروپ کی افادیت بالکل جانبی بن کر رہ جائے گی۔ اہل حل وعقد کے مثقف گروپ کے اوپر لازم ہے کہ وہ کاروان علم وہنر کی حدی خوانی کرے اور امت کی علمی ضرورتوں، علم کے وقتی وعصری تقاضوں کو پورا کرے۔ اور ہر اعتبار سے علمی فکری تہذیبی اور تمدنی میدان میں امت کو خودکفیل بنانے کی کوشش کرے۔

امت کی علمی احتیاجات اور عصری تقاضوں کو پورا کرنا اولی الامر کا کام ہے یہ کہ ومہ کا کام نہیں یہ ذمہ داری رب کریم کی طرف سے اولی الامر اہل حل وعقد کو سونپی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

واذا جاء هم امر من الامن او الخوف أذاعوا به ولو ردوه إلى الرسول وإلى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم (النساء:۸۳)

اور یہ لوگ جب کسی امن یا خوف کی خبر سن پاتے ہیں اسے پھیلا دیتے ہیں حالانکہ یہ لوگ اگر اسے رسول اللہ اور اپنے ذمہ داروں تک پہنچا دیتے تو ان کے علم میں آجاتا جو ان کے درمیان اس سے نتیجہ استنباط کر سکتے ہیں۔

بات یہاں اس کی ہو رہی ہے کہ عصر نبوت میں جنگ یا صلح فتح وشکست جیسی اہم بات کی اگر منافقین یا ان کے پروپیگنڈوں سے متاثر لوگوں کو خبر لگ جاتی تھی تو اس کا پروپیگنڈہ کر دیتے تھے جس کا منفی نتیجہ نکل سکتا تھا یا نکل آتا تھا۔ اس کمزوری کو دور کرنے کے لئے اور اس پروپیگنڈے کے اثر بد سے مسلم سماج اور فرد کو بچانے کے لئے اللہ نے مسلمانوں کو یہ تلقین کی۔ مسلم سماج میں یا ماحول میں نئے ظاہر ہونے والے مسائل کو ڈیل کرنا عوام کا کام نہیں ہے اس کا صحیح طریقہ ہے کہ ایسے سارے مسائل کو اولوالامر مسلم سماج کے سوجھ بوجھ رکھنے والے اہل حل وعقد کے سامنے پیش کیا جائے جو ان کا حل نکال سکیں اور لوگوں کی ایسے امور میں صحیح رہنمائی کر سکیں۔

ایسے حالات میں کسی طرح یہ مناسب نہیں ہوتا کہ نااہل لوگ آگے بڑھ کر مسائل کو اپنے ہاتھ میں لے لیں اور مسائل کو مزید پیچیدہ کر ڈالیں اگر سماجی تعلیمی اور فقہی ودینی پیچیدہ مسائل کو عوام کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جائے اگر مسائل سفہاء بدنیت سرپھرے نخوت پرست اور تعنت پسندوں کے ہاتھ میں چلا جائے تو مسائل مزید پیچیدہ ہو جائیں گے۔ نااہلوں کے تصرفات، امت کے اندر خلفشار اور انتشار کا سبب بن جائیں گے اور امت کے اندر نخوت پرست متکبرین اور سازشیوں اور فتنوں کے سرغنوں کا ایک گروپ پیدا ہو جائے گا۔ اور آج سوفی صد یہی ابتر صورت امت مسلمہ ہند کی ہے سرپھرے متکبر نخوت پسند سازشی خائن عیار اور ٹھگ امت کے مسائل اپنے ہاتھ میں لے بیٹھے ہیں۔ بکاؤ قلم ہیں، فتنوں کے منصوبے ہیں سرپھروں کی قیادت ہے خودساختہ مفکروں کی بھیڑ ہے۔ تعلیم کے نام پر ذاتی دکانیں ہیں والعیاذ باللہ زمانہ نبوت کے منافقین یا نفاق سے متاثر آج کے سفہاء سے شرمائیں۔

جب بھی نئے مسائل پیدا ہوں، علمی دعوتی سماجی سیاسی، تو اہل حل وعقد کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آگے بڑھ کر انھیں ہاتھ میں لیں یا ایسا نظم بن جائے کہ سوجھ بوجھ والے مخلصین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ہاتھوں میں رہیں تا کہ سفہاء مفاد پرست اور ولولہ پسند لوگوں کی دست برد سے وہ محفوظ رہیں۔

لیکن امت کے اندوہوں اور الجھنوں میں ایک بڑا پریشان کن اور غمناک مسئلہ یہ بھی ہے کہ نہ اہل حل وعقد کا نظم ہے نہ ان کی صفات اور شرائط کی پہچان ہے نہ انفرادا ان کی حیثیت مسلم ہے نتیجہ ہے کہ افتاء دعوت تحقیق ودراستہ کے مراکز کا کام ان کے ہاتھ میں ہے نہ ان کے ذمہ ہے نہ اجتماعی وسیاسی عمل ان کے ذمہ ہے۔ بس فساد ہی فساد رہ گیا ہے۔ اس وقت اصحاب بصیرت علماء واصحاب مشورت فضلاء کی علمی ذمہ داریوں میں یہ بھی داخل ہے کہ مسائل کی کثرت اور پیچیدگی کو نظر میں رکھتے ہوئے اجتہادی صلاحیتوں کو اجتماعی طور پر کام میں لائیں تا کہ زمانے کی فکری اجتماعی معاشی اور سیاسی الجھنوں کا حل باحسن طریق نکالا جاسکے اور کسی خودرائی کی بناء پر مسائل پیچیدہ نہ ہوں۔

اس وقت اجتماعی اجتہاد کی اشد ضرورت ہے پہلے بھی جب امت کلی طور پر صراط مستقیم پر قائم تھی اجتماعی اجتہاد کا بھرپور چلن تھا جب مذاہب کا وجود ہوا تب استبداد رائے نے اس کی جگہ لے لی اور مذہب والا اپنے مذہب کو بالادست ثابت کرنے اور دوسرے مذاہب پر حاوی ہونے کے لئے ناجائز غیر شرعی ذرائع استعمال کرنے لگا جب تقلید کا وجود نہ تھا اس وقت یہ برکت بھی تھی کہ عمومی طور پر امت کے اہل حل وعقد علماء باہم سربراہ ریاست یا مملکت کے لئے مشاکل ومسائل میں اجتماعی اجتہاد کرتے تھے۔ خلفاء راشدین کے دور میں یہی عام چلن تھا کہ خلیفہ راشد نوازل میں بابصیرت ذی علم صحابہ کو اکٹھا کر کے ان کا حل نکالتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب مدینہ کے گورنر بنائے گئے تو انہوں نے دس فقہاء مدینہ کو بلا بھیجا جب سبھی حضرات تشریف لے آئے تو فرمایا:

انما دعوتكم لأمر توجرون عليه، وتكونون فيه اعوانا على الحق ما اريد أن اقطع امرا الا برايكم او براى من حضر منكم.

میں نے آپ حضرات کو ایک اہم کام کے لئے بلایا ہے اس کے لئے آپ ماجور ہوں گے، اور اس امر میں حق کے مددگار رہوں میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ کوئی بھی فیصلہ آپ کے مشورے سے کروں یا آپ حضرات میں سے جو یہاں موجود ہیں ان کے مشورے سے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جن فقہاء کو بلایا تھا ان کے نام اس طرح ہیں۔ عروہ بن

الزبیر (ت ۹۳) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ (ت ۹۸) ابوبکر بن عبدالرحمٰن (ت ۹۴) ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ (ت ۹۸) سلیمان بن یسار (ت ۱۰۷) قاسم بن محمد (ت ۸۵) خارجہ بن زید (ت ۹۹) عبداللہ بن عامر بن ربیعہ (۸۵ت) سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب (ت ۱۰۵)

موجودہ دور میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت حتمی بن چکی ہے۔ اس سے دوطرفہ فوائد حاصل ہوں گے۔ صحیح رائے تک رسائی ممکن ہوگی، خود رائی اور انتشار سے بچاؤ ممکن ہوگا اور الحاد اور مادیت کی یلغار اور حملوں سے بچاؤ ممکن ہوگا۔ یہی چیز خاص کر حاصل نہیں ہے۔ اسی لئے سرپھرے جہلاء بے پڑھے لکھے دانشوروں کی مقدار بڑھتی جارہی ہے اور ننگا اور پیدل امت وملت کا مرشد مجتہد اور رہبر بنا گھومتا ہے۔

ہمارے ملک میں اس وقت فقہ اکیڈمیاں پھیل رہی ہیں لیکن ان پر بھی یلغار عیاروں کی ہے جو فقہ کو شہرت اور دولت کا ذریعہ بناتے ہیں۔ جن کو علم سے لینا دینا نہیں وہ اس کے ممبر بن جاتے ہیں اور جہلاء اجتماعی فتوی بازی کا ڈھونگ رچتے ہیں۔

اس طرح اہل حل وعقد میں علماء اور اصحاب بصیرت کی ذمہ داری ہے کہ ان تمام کے خلاف دین افکار ونظریات پر وپیگنڈوں اور تحریروں کے اٹھائے گئے شبہات کا دفیعہ کریں علوم اسلامیہ کے خلاف لکھنے والوں کا محاسبہ کریں، رد باطل کا کام کریں اسلامی مقدسات کی اہانت کرنے والوں کے خلاف ایکشن لیں۔ جو نا اہل تفسیر حدیث علوم حدیث فقہ اصول فقہ کے متعلق ایرادات پیش کریں ان کی جہالت کی قلعی کھولیں، جہالت تاویل تعقل پرستی کا مظاہرہ کرنے والوں کی تادیبی کارروائی کریں غرض اسلام کے خلاف حق اور سچائی کی مخالفت میں ہر آواز کا خاموش کرنے کی کوشش کریں۔ اس دور میں فیشن کے طور پر اور دین کو خریدنے بیچنے کے لئے بہت سے کم عقل اور عیار تیار بیٹھے رہتے ہیں اور اپنی خلاف دین خلاف اصول حرکتوں سے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسی تمام ناروا کوششوں کو روکنا اور ایسے سرپھروں کی قلعی کھولنا دینی ذمہ داری ہے۔

☆☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"